25/1/2/84

سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام قائم علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۸۹۶ء

سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

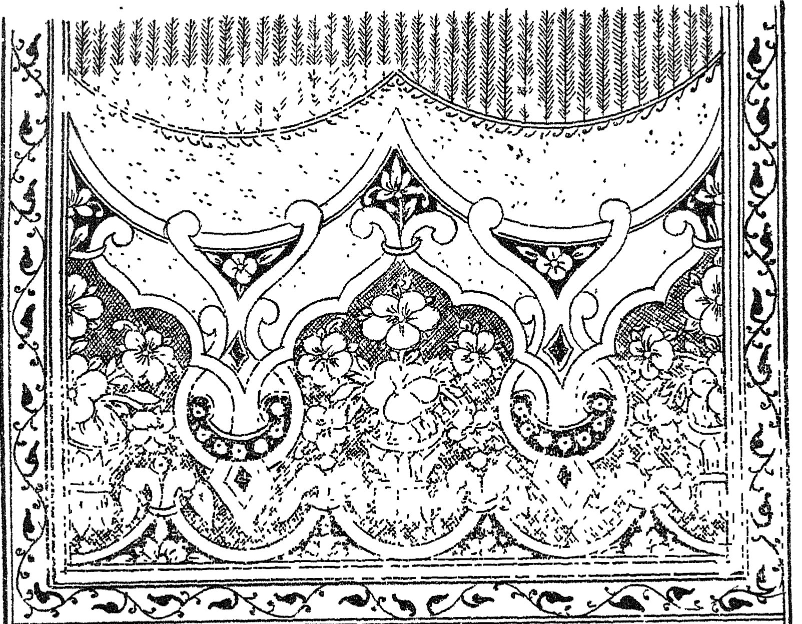
ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جوادالدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام آقا علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۹۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت فریدیہ

یعنی

حالاتِ زندگی نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ وزیر اکبر شاہ ثانی

خواجہ فریدالدین احمد خان جنکو اکبر شاہ ثانی کے عہد مین عہدۂ وزارت اور مذکورۂ بالا خطاب ملا تھا حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد مین ہین جنکا مزار مرو مین ہے اور شاہ ہمدان کے لقب سے مشہور ہین ۔

ہمدان عراق عجم مملکت ایران کا ایک شہر طہران سے ایک سو ساٹھہ میل کے
فاصلہ پر ہے - یہہ شہر نہایت آباد اور تجارتگاہ تہا - تیمور نے اوسکو تباہ کر دیا معجم البلدان
مین اوسکا عرض بلد ۳۶ درجہ اور طول بلد مغرب سے ۷۳ درجہ لکہا ہے - انگریزی مہندسون
نے اوسکا عرض بلد ۳۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول شرقی گرینچ سے ۴۸ درجہ ۳۲ دقیقہ
قرار دیا ہے -

خواجہ **یوسف** ابن ایوب ابن یوسف الہمدانی اولیاے کبار مین تہے اونکا لقب
ابو یعقوب ہے وہ سنہ ۴۴۰ ہجری مطابق سنہ ۱۰۴۸ع مین پیدا ہوے اور سنہ ۵۳۵ھ
مطابق سنہ ۱۱۴۰ع مین بمقام **بامین** جو مرو کے راستے پر ہے انتقال کیا - اول اونکے
جنازہ کو وہین دفن کر دیا اور پہر مرو مین لیجا کر اوس مقبرہ مین جو اونکے نام سے مشہور ہے
دفن کیا - پچانوے برس کی عمر ہوی - بغداد مین انہون نے تعلیم پائی اور ابو اسحاق
فقیہ سے علم فقہ پڑہا - اونکا مذہب حنفی تہا اور شیخ **عبد اللہ** جوینی کے مرید تہے
اور اون ہی سے خرقۂ خلافت پایا تہا عراق عجم اور خوارزم اور خراسان اور ماوراء النہر
مین اونکی کمال شہرت تہی - مرو مین سکونت اختیار کرلی تہی - خواجہ عبد اللہ برقی -
خواجہ حسین انداقی - خواجہ احمد یسوی - خواجہ عبد الخالق غجدوانی اونکے خلفاے کبار
مین سے ہین - (تاریخ یافعی - نفحات الانس جامی - سفینۃ الاولیا - انوار العارفین
طبقات الکبری عبد الوہاب شعرانی) -

اونکے انتقال کے بعد اونکی اولاد مرو سے کشمیر مین جا بسی تہی - کشمیر مین اور

ملکون سے بہی مسلمان آکر آباد ہوے - مگر وہ کشمیری الاصل نہین ہین - بلکہ نزیل کشمیر ہین کشمیری الاصل وہی ہین جو وہان کے اصل باشندے تھے ور مسلمان ہو گیے ہین -

کشمیر کے اصل باشندے اپنے گوت کا ایک لقب رکھتے ہین اور اوسکو اَل کہتے ہین - اس زمانہ مین بہی تمام کشمیری ہندو جو کشمیری پنڈت کہلاتے ہین اپنے نام کے ساتہ اپنا اَل لگاتے ہین - اون مین سے جو مسلمان ہو گیے ہین وہ بہی نسل در نسل اپنی اَل کو یاد رکھتے ہین اور گویا وہ نشانی اونکے کشمیری الاصل ہونیکی ہے - جو نزیل مسلمان مدت دراز سے کشمیر مین رہنے لگے ہین اور وہان اونکی پشتین گذر گیین وہ بہی کشمیری کہلاتے ہین - مگر اونکے ساتہہ کوئی اَل جو کشمیری الاصل ہونیکی علامت ہے نہین ہوتا - خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد اور خواجہ عبید اللہ احرار کی اولاد جو کشمیر مین آباد ہو گیی دراصل انہین کا لقب خواجہ کا تہا - مگر ہندوستان مین بہت سے مسلمان کشمیریون نے بہی جو کشمیری الاصل ہین یہ لقب اختیار کر لیا ہے -

خواجہ **فریدالدین احمد** ۱۱۶۱ سنہ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کے دلی مین پیدا ہوے - اونکے والد کا نام خواجہ اشرف تہا - اونکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دلی مین آیے تھے - اور کشمیری مال کی تجارت کرتے تھے اور ریشم کی تجارت کا بہت بڑا کارخانہ تہا - اخیر کو انہون نے دلی ہی مین توطن اختیار کر لیا تہا -

خواجہ **اشرف** کے آٹھہ بیٹے تھے - خواجہ فریدالدین - خواجہ علاؤالدین - خواجہ شہاب الدین - خواجہ نورالدین - خواجہ محی الدین - خواجہ نجیب الدین - خواجہ حسام الدین

خواجہ کمال الدین۔ انمین سے جو سب سے بڑے نامی ہوے اور جنکو ہزارون آدمیون
نے سجدہ کیا اور معبود اللہ کہا وہ خواجہ نجیب الدین تہے وہ ابتدائی عمر سے رسول شاہی
فقیر ہو گیے تہے جو سُہروردی خاندان مین ایک نیا فرقہ رسول شاہ جی کے پیروون کا پیدا
ہو گیا تہا اور مولوی محمد حنیف جو رسول شاہ جی کے جانشین تہے خواجہ نجیب الدین اونکے
چیلے ہو گیے تہے۔ اور اونکے پیر نے فدا حسین اونکا نام رکہہ دیا تہا۔ شاہ فدا حسین نے
تمام علمی کتابین اپنے پیر سے پڑہین اور جب تحصیل پوری ہو گئی تو اپنے مرشد کے حکم سے
کل کتابین کنوئین مین ڈال دین۔ اونکا مشرب اور عمل وحدت وجود پر تہا اور وضع یہی
کہ ڈاڑہی مونچہہ کا صفایا۔ ایک لنگوٹی باندہے۔ اور سارے بدن پر کوئلے کی آگ
ملے ہوے جو بہبہوت کہلاتی تہی بیٹہے رہتے تہے۔ اگر حجرہ سے باہر نکلتے تو ایک
تہمت گھٹنون تک لپیٹ لیتے تہے اور سر پر ایک مثلث رومال باندہ لیتے تہے۔
انہون نے اٹہارہوین محرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء مین انتقال کیا
اور اونکا مزار الور مین رسول شاہیون کے تکیہ مین ہے جو چمیلی باغ کہلاتا ہے۔

شاہ فدا حسین بہت مستعد عالم تہے اور کبہی کبہی کسی کو فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ
اور دیگر تصنیفات حضرت محی الدین ابن عربی اور دیگر اہل وحدت وجود کی نہایت عمدگی
اور خوبی سے پڑہاتے تہے۔

خواجہ **علاء الدین** صاحب نے بہی مثل بزرگانِ دین کے درویشی اختیار کی
تہی اور طریقہ علیا نقشبندیہ مین شاہ **محمد آفاق صاحب** کے مرید اور خلیفہ تہے

اور حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ ادا کی تھی - اگرچہ انہون نے تاہل کیا تھا مگر تمام عمر گوشہ نشینی اور ذکر و اذکار و زہد و مجاہدہ مین گذرانی اور ۲ جمادی الاول روز یکشنبہ ۱۲۷۱ہجری مطابق ۱۸۵۵ء کے انہون نے انتقال کیا - اونکے تین بیٹے تھے خواجہ ضیاء الدین صاحب جو ایک مشہور واعظ تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب ان دونون صاحبون نے انتقال کیا مگر اونکے سب سے بڑے بیٹے حکیم خواجہ **بہاء الدین صاحب** جاورہ مین موجود اور اس وقت تک زندہ ہین -

خواجہ حسام الدین نے اپنی جوانی مین دریاے **چنبل** مین ڈوب کر اور خواجہ کمال الدین نے عالم شباب مین مرضِ موت مین مبتلا ہو کر انتقال کیا تھا -

خواجہ **شہاب الدین** عربی نسخ خط لکھنے کے اوستاد تھے اور انگریزی عملداری مین کسی محکمہ مین ناظر ہو گیے تھے -

خواجہ محی الدین کو سرکار بادشاہی مین تعلق ہو گیا تھا اور خواصان شاہی کے سرحرگی ہو گیے تھے -

خواجہ نور الدین کو چند روز تک دربار سیندہیہ مین فوج سوارون مین کوئی عہدہ افسری کا مل گیا تھا -

مگر خواجہ فرید الدین احمد بہت زیادہ اقبال مند ہونے والے تھے - اون کو ابتداے عمر سے تحصیل علم کا بہت شوق تھا اور علوم ریاضیہ سے اونکو طبعی مناسبت تھی وہ علم کی تحصیل کیطرف متوجہ تھے - دلی مین انہون نے درسی کتابون کو تمام کیا دلی

مین کوئی شخص علوم ریاضیہ مین زیادہ مشہور نہ تہا - مگر علامہ تفضل حسین خان لکہنوی تمام
علوم مین اور خصوصاً علوم ریاضیہ مین نہایت مشہور تہے اور لوگون نے علامہ کا لقب
اونکو دیا تہا - خواجہ فریدالدین احمد علوم ریاضیہ کی تحصیل و تکمیل کے لیے لکہنو گیے
اور انتہا درجہ تحصیل کی جو کتابین علوم ریاضیہ کی ہین اون سے پڑہین اور دو تین سال
وہان رہ کر دلی واپس آیے -

یہہ زمانہ نواب آصف الدولہ کا تہا - کیونکہ نواب آصف الدولہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ
مطابق سنہ ۱۷۷۴ع کے مسند نشین ہوے تہے اور سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۰ع کے
اونہون نے لکہنو کو دارالریاست قرار دے لیا تہا - نواب آصف الدولہ کا انتقال ۲۸
ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۷۹۷ع کے ہوا - نواب آصف الدولہ کے انتقال
کے بعد ۲۳ شعبان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق یکم جنوری سنہ ۱۷۹۸ع نواب سعادت علی خان
مسند نشین ہوے -

علامہ تفضل حسین خان پہلے جنرل پامر کے پاس منشی تہے - پہر اونکی سفارش
سے نواب آصف الدولہ نے اون کو اپنا سفیر کرکے کلکتہ بہیجا تہا اور جب وہ لکہنو
مین آیے تو عہدہ نیابت بہی اونکو مل گیا تہا - نواب سعادت علی خان کے عہد مین
علامہ تفضل حسین خان دوبارہ عہدہ سفارت کے امیدوار ہو کر کلکتہ گیے - مگر نواب
سعادت علی خان نے سند سفارت اونکے پاس نہ بہیجی - اسلیے وہ کلکتہ سے واپس
ہوے اور اثناے راہ مین بمقام ہزاری باغ سنہ ۱۲۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۹ع کے

اونھون نے انتقال کیا۔

دلی مین ایک اور کشمیری خاندان خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد مین کشمیر سے آگرآباد ہوا تھا خواجہ فریدالدین احمد کی شادی غالباً ۱۱۹۳ھ ہجری مطابق ۱۷۷۹ء مین خواجہ محمد مراد احراری کی بیٹی سے ہوی۔ پادشاہان دلی کے عہد مین چار معزز عہدے تھے۔ ایک ملک العلما۔ کا جس قدر علما پادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اور اونکو جو انعام واکرام یا جاگیر و منصب ملتا تھا وہ سب ملک العلما کے ذریعہ سے ملتا تھا۔ دوسرا ملک الحکما کا۔ جو شخص یہ عہدہ رکھتا تھا اوسی کے ذریعہ سے تمام طبیب دربار شاہی مین پیش ہوتے تھے۔ تیسرا ملک الشعرا کا۔ اس عہدہ دار کے ذریعہ سے تمام شعرا بادشاہ کے دربار مین حاضر ہو سکتے تھے۔ چوتھا ایک عہدہ تھا جسکی وساطت سے درویش اور مشائخ بادشاہ کے پاس جا سکتے تھے اور وظائف اور ادرار اوسی کے ذریعہ سے اونکو دیے جاتے تھے۔ اور تمام درگاہون کا سالانہ خرچ اور درگاہون کے عرس اور فاتحہ وغیرہ کے اخراجات اوسی کے ذریعہ سے ہوتے تھے۔ اس عہدہ کا نام ملک الاولیا تو نہین قرار پا سکتا تھا اسلیے اوس عہدہ کا نام نقیب الاولیا قرار دیا گیا تھا خواجہ محمد مراد احراری اسی عہدہ پر مامور تھے جو ایک نہایت بزرگ اور عالی رتبہ تھے۔

خواجہ فریدالدین احمد کی ایک ہی بیوی تھین اور اونسے پانچ اولادین پیدا ہوی تھین دو بیٹے اور تین بیٹیان۔ اور یہہ اولادین تین تین برس کے فاصلہ سے غالباً ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۲ء کے پیدا ہو چکی تھین۔

سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے خواجہ فریدالدین احمد پھر لکھنو گیے - یہ زمانہ بھی نواب آصف الدولہ کا تھا - مگر چند روز بعد ہی نواب آصف الدولہ کا انتقال ہو گیا اور نواب سعادت علی خان مسندنشین ہوے - اس دفعہ کے سفر لکھنو مین جو نہایت دلچسپ امر پیش آیا وہ خود خواجہ فریدالدین احمد کے ہاتھہ کا لکھا ہوا اونکے رسالہ مسمےٰ فوائدالافکار فی اعمال الفرجار کے دیباچہ مین ہمارے پاس موجود ہے - جس کو ہم بعینہ نقل کرتے ہین -

وہ لکھتے ہین کہ دو چنین گوید مؤلف این رسالہ فریدالدین احمد کہ چون فقیر را از ایام طفولیت شوق بود بعلم ریاضی و در حال تحصیل چیزی ازین علم حاصل نمودہ و اکثر بمطالعہ کتب ریاضی می پرداخت در بعضے حواشی بنظر آمدہ کہ پرکار متناسبہ از جملہ آلات ریاضی بود کہ ازان اکثر اعمال نجومی و بعضے اشکال ہندسی و مسائل حسابی باسانی استخراج می شد حالا علم و عمل آن بسبب نایابی آن آلہ مفقود است و نیز زبانی بعضے اوستادان نجوم ہمین شنیدہ بودم پس ازان اشتیاق آن بدل داشتم و از ہر کس ریاضی دان کہ تذکرہ آن میکردم میگفت کہ ما ندیدہ ایم و نہ شنیدہ ایم اغلط باشد پرکار ہمین است کہ برائے رسم دائرہ و پیمایش خطوط بکار می آید دیگر قسم پرکار نیست - بعد آنکہ در سنہ ۱۲۱۲ ہجری این فقیر در لکھنو وارد شدہ و از جنرل مارٹین و مسٹر گوراوزلی کہ حکیم مشرب بود ملاقات شدہ نزد اوشان یک آلہ عجیب و غریب دیدم از برنج و آہن مرکب و دو پرہ نوکدار برہم نہادہ و در کمر آن میخ مثل مقراض بند کردہ مگر میخ این آلہ از جای خود حرکت میکرد تا آنرا از جا حرکت دادہ و دور و نزدیک

ازسر آن بدارند و بر هر دو سطح آن خطوط چند بود چون گاہے این قسم چیز ندیده بودم استفسار
کردم گفتند که نام این در زبانِ انگریزی یعنی پرکار تقسیم است و ازین آله تقسیم خطوط و دوائر و
سطوح و اجسام مختلفه باسانی میشود چون آن آله از جنرل مارٹین بود از اوشان عاریت گرفتم
و دانستم که پرکار متناسبه همین باشد چون هر چهار عمل که دران موضوع بود مسٹر اوزلی روبروی
من کرده بود بمکان خود آورده اعمال آن کردم و بسیار فکر کردم که چیزی از اعمال نجومی
ازان استخراج شود هیچ نشد دانستم که این پرکار متناسبه نیست مگر چند روز محنت کرده بدلایل
اصول طور صنعت آن مستنبط کردم و مانند آن یک پرکار نقره تیار کردم مسٹر اوزلی از من
گرفته به نواب وزیر سعادت علی خان بهادر گزرانید و از دیدن این پرکار بسیار متعجب شده
گفت که اکثر مردم از اعمال این پرکار آشنا نیستند چه جای صنعت آن که در اینجا کسی
نمیداند و در ولایت هم هر کس از صنعت این آگاه نیست و من این قدر میدانم که یک آله
در گنج پرکارها میباشد باستعانت آن این پرکار درست میکنند مگر وضع درست کردن آن
نمیدانم شما بدون آن چه طور ساختید چون این جانب گاہے گنج پرکارها ندیده بود مشتاق
دیدن آن شدم اوشان گنج پرکارها از صندوقچه خود برآورده بمن ملاحظه کنانیدند و چون
بران آله خطوط و رقوم بسیار دیدم و از اوشان استفسار حال آن نمودم گفتند که عمل دو سه
خط میدانم چنانچه روبروی بنده عمل تقسیم خط و استخراج وتر و جیب کرده گفتند که
من همین قدر میدانم لیکن شنیده ام که ازین آله اعمال بسیار از قسم دریافت ظل و قطر آن و
خطوط متوالیه و اکثر اعمال نجوم میشود مگر من نمیدانم بلکه اکثر صاحبانِ انگریز هم نمیدانند الا

مہندسان دانستم کہ پرکار متناسبہ ہمین باشد و چون آن گنج بسیار عمدہ و تحفہ بود نخواستم کہ آنرا بعاریت بگیرم اگرچہ دلم بسیار آرزومند شد بعد آن چند پرکار تقسیم برنجی مرتب کردہ رقوم آن بجای انگریزی فارسی کندہ کردم و باشنایان خود دادم بعد چندے وارد کلکتہ شدم و یک گنج پرکارہا خرید نمودم کہ دران آلۂ مذکور ہم بود پس در پی دریافت اعمال آن شدم و فکر و سعی بسیار نمودہ عمل استخراج ظل و قطر ظل و اکثر اعمال نجومی و ہندسی استنباط کردم چنانکہ مسودات بسیار شدند پس یقین شد کہ پرکار متناسبہ ہمین ست کہ سابق در عرب و عجم مروج باشد و حالا این کسے نمیداند و مختص در صاحبان انگریز و فرانس مروجست۔ پس آن مسودات اعمال را بطور قیاس خود مرتب نمودہ صاف کنانیدم و برائے یادگار و فائدہ شائقان این علم رسالہ درست نمودم و نام این رسالہ **فوائد الافکار فی اعمال الفرجار** نہادم۔ انتہی۔

اوس زمانہ مین مدرسہ کلکتہ مین جسکو حکام انگریزی نے قائم کیا تہا ایک سپرنٹنڈنٹ مقرر کرنے کی ضرورت تہی جسکی تنخواہ سات سو روپیہ ماہوار تہی لکہنو مین جو حکام انگریزی تہے انہون نے خواجہ فریدالدین احمد کی سفارش اوس عہدہ کے لیے کی اور اوسپر اونکا تقرر ہو گیا۔ اور وہ اوسی سنہ مین یا اوسکے تہوڑے زمانہ بعد کلکتہ مین پہونچے جیسا کہ خود اونہون نے اپنی اوس کتاب کے دیباچہ مین بعد ذکر حالات لکہنو لکہا ہے کہ ”بعد چندے وارد کلکتہ شدم“ اوس زمانہ مین مارکوئیس آف ولزلی گورنر جنرل تہے۔ خواجہ فریدالدین احمد نے کلکتہ مین پہونچکر اپنے عہدہ کا چارج لیا

اور اپنا کام کرتے رہے۔

اوس زمانہ مین دلی مین شاہ عالم بادشاہ تھے اور ایران مین فتح علی شاہ اور مشہور ہو رہا تھا کہ زمان شاہ کابلی نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور اوسکے فتح کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے اور اوسکے فرمان بھی راجگان پنجاب کے نام اس مضمون کے آگیے تھے کہ برسات کے بعد دہلی پر جو تختگاہ سلاطین تیموریہ ہے یورش کرونگا اور سرکار انگریزی اس فکر مین تھی کہ کسی طرح زمان شاہ کا ہندوستان پر یورش کرنا روکا جاوے۔

اوس زمانہ مین انگریزون کیطرف سے مسٹر مینسٹی بوشہر مین بطور سفیر کے متعین تھے اور سر ہرفرڈ جیس بارونٹ بغداد مین اور نواب مرزا مہدیعلیخان بہادر حشمت جنگ گورنر بمبئی کی طرف سے دربار ایران مین سفیر مقرر ہوے تھے وہ بوشہر مین آئے اور حاجی محمد خلیل خان کے ذریعہ سے فتح علی شاہ بادشاہ ایران اور وزراے ایران سے اس امر مین خط و کتابت جاری کی اور زمان شاہ کے بھائیون محمود شاہ و فیروز شاہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا۔ اس خبر کے سنتے ہی زمان شاہ اطراف پشاور سے ہرات کو چلا گیا اور ہندوستان پر حملہ کرنا ملتوی ہو گیا۔ اور کپتان مالکم سے جو بطور سفارت ایران پہونچ گیے تھے اور فتح علی شاہ سے رمضان ۱۲۱۵ھ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۸۰۱ء کے ایک عہدنامہ تحریر ہو کر حاجی ابراہیم خان وزیر اعظم شاہ ایران اور کپتان مالکم صاحب کے دستخط سے مکمل ہوا۔ اور جب کپتان جان مالکم دربار ایران سے واپس آئے تو فتح علی شاہ نے حاجی محمد خلیل خان کو سفیر مقرر کر کے

بمبئی کو روانہ کیا۔

حاجی محمد خلیل خان ۲۲ر مئی سنہ ۱۸۰۲ء مطابق سنہ ۱۲۱۷ ہجری کے بمبئی مین پہونچے نہایت تعظیم و تکریم سے انگریزون کی جانب سے استقبال ہوا اور جس مکان مین ٹھہرایے گیے وہان ایک کمپنی سپاہیون کی بطور اظہار تعظیم تعینات کی گئی۔

اتفاقاً ایک دن حاجی محمد خلیل خان کے ساتھیون اور کمپنی متعینہ کے سپاہیون مین کسی امر مین تکرار ہوی اور ہتھیارون تک نوبت پہونچی۔ حاجی محمد خلیل خان اوس جھگڑے کے رفع دفع کرنے کو اندر سے باہر نکلے اور اتفاقیہ ایک گولی اونکے لگی اور وہ مارے گیے۔ یہہ واقعہ ۲ر جولائی سنہ ۱۸۰۲ء مطابق سنہ ۱۲۱۷ ہجری کے واقع ہوا۔ مارکوییس آف ولزلی گورنر جنرل نے اس اتفاقیہ حادثہ پر بہت رنج اور افسوس ظاہر کیا اور میجر مالکم اور مسٹر لوٹ کو جو کلکتہ مین تھے واسطے تشفی و دلدہی پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کے بمبئی کو روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ۳ر اگست سنہ ۱۸۰۲ء کو کلکتہ سے روانہ ہوے۔ مسٹر لوٹ راہ مین بیمار ہو گیے اور میجر مالکم ۱۹ر ستمبر کو مچھلی بندر مین اور از راہ خشکی حیدر آباد دکن ہو کر ۱ر اکتوبر کو بمبئی پہونچے اور پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کی بخوبی تسلی و تشفی کی اور نومبر سنہ ۱۸۰۲ء کو کلکتہ واپس چلے گیے۔

علاوہ اسکے مارکوئیس آف ولزلی نے ایک تعزیت نامہ مسٹر سینسٹی کے ہاتھہ جو بصرہ مین بطور سفیر مقرر تھے فتح علی شاہ کے پاس بھیجا اور فتح علی شاہ شاہ ایران نے بھی اس واقعہ کا اتفاقیہ واقع ہونا تسلیم کیا۔

اس زمانہ مین نواب مہدیعلیخان حشمت جنگ سرکار انگریزی کی طرف سے بوشہر مین سفیر تھے مگر سرکار انگریزی نے کسی سبب سے اونکو اس عہدہ سے علیحدہ کرکے واپس بلالیا۔

چنانچہ تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چھپی ہے بصفحہ ۱۶ و ۱۷ ایہ فقرہ لکھا ہے۔ "وقونسلگری بندر ابوشہر درین آوان بہ نواب مرزا مہدیعلیخان حشمت جنگ بہادر حوالہ وچون او میخواست کہ بدولت خود حسن خدمتی نماید و میخواست کہ مسئولیت و بار و تہمت مہمانکشی را از دوش دولت انگلیس بردارد لہذا بعقل ناقص خود تدبیرے اندیشید واز واقعۂ قتل حاجی خلیل خان خبرہای دروغ بولایات اطراف انتشار رسیدادواین بطریقیکہ مسئولیت آن بخود آن مرحوم عائد میگردید وحالانکہ ہیچ حاجتی بانتشار آن نوع خبرہای دروغ نماندہ بود وحادثۂ مذکور را مردم ایران بنظر تعجب ملاحظہ میکردند کہ آیا درین کار چرا دولت انگلیس این ہمہ اصرار میکند و بجای اینہمہ مصارف گزاف ہر گاہ یک سفیرے دیگر بدربار ایران فرستادہ بود دہر آئینہ ازین بدنامی ہا بیرون می آمد و رضا نامہ دربار ایران احاصل مینمود و جماعت انگلیسیہ بدین سبب نواب ممدوح را مقصر نمودہ از بوشہر عزلش نمودند و مواجب دادند۔"

ان واقعات کے بعد گورنر جنرل مارکویس آف و لزلی نے ایک خط معذرت کا بنام شاہ ایران اور ایک سفارت کا دربار ایران مین جسکا صدر مقام بوشہر مین رہتا تھا بھیجنا تجویز کیا اور مسٹر لوٹ جو بمبئی مین تھے خط معذرت لیجانے کو تجویز ہوے اور میجر مالکم

کے پاس بمبئی مین وہ خط بہیجا گیا کہ مسٹر لوٹ کے ہاتہہ روانہ کیا جاوے۔ مگر وہ بسبب بیماری کے نہ جا سکے اور میجر مالکم نے جو اوس وقت بمبئی مین تہے بذریعہ اپنی چٹھی بنام چراغ علیخان لکھا کہ مسٹر لوٹ کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے مسٹر پازلی کو نواب گورنر جنرل کا خط بنام شاہ سپرد کیا گیا ہے کہ وہ لیجاوین اور پہر اپنی چٹھی مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۰۲ع مین مسٹر اڈمنسٹن پولیٹیکل سکرٹری کو لکہا کہ مسٹر لوٹ کا عقب سے جانا ضرور ہے مگر یہ خط معذرت گورنر جنرل کا بذریعہ مسٹر مینسٹی جو سفیر بصرہ مین تہے شاہ کی خدمت مین پہونچایا گیا جیسا کہ ہم اوپر لکہہ آیے ہین اور اوسکا ذکر تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ع مین بمبئی مین چہپی ہے بصفحہ ۵ حسب ذیل مندرج ہے۔

دو مارکویس ولزلی یک معذرت نامہ مصحوب مسٹر مینسٹی بالیوز بصرہ و دیگران با جامہ ہاے سیاہ کہ نشان عزاداریست بدربار ایران فرستادونامہ و ہدایای فوق را ایشان بر داشتہ بحضور اعلیحضرت فتح علی شاہ رفتند کہ یکتن از مامورین نظام و یک کمپنی سپاہ نظام از تاریخ وقوع این حادثہ در بندر بمبئی محبوس ند و این حادثہ ناگاہ روے دادہ و اعلیحضرت پادشاہی نیز از راہ مراحم بیکران شاہانہ برہائی محبوسین فرمان داد و نامہ و ہدایاے ایشان را پذیرفتہ و مسٹر مینسٹی بمحل ماموریت خویشتن برگشت۔

مارکویس آف ولزلی نے مسٹر لوٹ اور خواجہ فریدالدین احمد دونون کا بہیجنا تجویز کیا۔ اونکی تاریخ روانگی ٹہیک طور پر معلوم نہین ہوتی۔ مگر غالباً ۱۸۰۳ع مطابق ۱۲۱۸ہجری کے روانہ ہوے ہونگے۔

کسی انگریزی تاریخ سے جہانتک ہمنے تلاش کی مسٹر لوٹ کا ایران یا بوشہر
پہونچنا معلوم نہین ہوتا - بلکہ اونکی روانگی بہی معلوم نہین ہوتی - خواجہ فریدالدین احمد کا
دستور تہا کہ وہ برابر اپنا روزنامچہ لکہا کرتے تہے - اور عہد شباب سے اونکے انتقال
سے دو ہفتہ پیشتر کا روزنامچہ لکہا ہوا موجود تہا اور راقم نے بارہا اوسکو بطور ایک
دلچسپ تاریخ کے پڑہا تہا - مگر افسوس ہے کہ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء مین وہ روزنامچہ تلف
ہوگیا - راقم کو یاد پڑتا ہے کہ اوس روزنامچہ مین لکہا تہا کہ وہ مسٹر لوٹ بیمار ہوگیے
اور گورنر جنرل کے حکم سے خواجہ فریدالدین احمد بطور سفیر مستقل کے روانہ ہوے -
بوشہر پہونچنے کے بعد وہ شیراز اور طہران مین گییے اور کئی دفعہ فتح علی شاہ کے
دربار مین حاضر ہوے اور فتح علی شاہ کی مہربانی اونکے حال پر خصوصًا بلحاظ اونکے
اعلی درجہ کے علوم ریاضیہ کے جاننے کے بہت زیادہ ہوگئی تہی -

بوشہر اور شیراز اور طہران مین جو واقعات گذرے ہون اونکے بالتفصیل لکہنے کا
بسبب تلف ہوجانے روزنامچہ کے کوئی ذریعہ نہین رہا - مگر جہانتک کہ راقم کو
بالاجمال یاد ہے وہ اسقدر ہے کہ خواجہ فریدالدین احمد نے شاہزادہ حسین علی میرزا اور
صادق علیخان اور چراغ علیخان نوای بگلربیگی (یہ وہی چراغ علیخان ہین جنکے نام میجر مالکم
نے چٹہی لکہی تہی) سے جو دربار شاہی مین رسوخ رکہتے تہے بہت زیادہ دوستی پیدا کی تہی
اور اون ہی لوگون کے ذریعہ سے جو مقاصد سفارت کے تہے اونکو بخوبی انجام دیا تہا
بڑا مقصد اس سفارت کا یہہ تہا کہ شاہ ایران کو بجاے حاجی خلیل خان مقتول کے

ہندوستان مین دوسرے سفیر کے بہیجنے کی ترغیب دیجاوے تاکہ دوستی اور ارتباط دونون سلطنتون کا قائم رہے ۔ اور شاہ کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ درحقیقت حاجی خلیل خان کے مارے جانے کا واقعہ ایک امر اتفاقی تہا اور گورنمنٹ انگریزی کوئی الزام اوسکا اوس مرحوم کی نسبت خیال نہین کرتی جیسا کہ نواب مہدیعلیخان نے اوسکو شہرت دی تہی ۔ اس مقصد مین بخوبی کامیابی ہوی اور شاہ نے دوسرا سفیر ہندوستان مین بہیجنا منظور کر لیا اور محمد نبی خان کا شاہ کیطرف سے بطور سفیر کے ہندوستان مین بہیجنا تجویز کیا گیا ۔

خواجہ فریدالدین احمد کی محمد نبی خان سے بہی دوستی تہی اور جبکہ اونکا ہندوستان مین بطور سفیر کے بہیجنا تجویز ہوا تو محمد نبی خان نے بہت زیادہ راہ ورسم خواجہ فریدالدین احمد سے بڑہالی تہی ۔ محمد نبی خان کی سفارت ہندوستان کا مفصل حال تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مطبوعۂ بمبئی مین مندرج ہے محمد نبی خان کو شعر کا بہی مذاق تہا ۔ اوسکی دوستی کا خواجہ فریدالدین احمد سے یہ بڑا ثبوت ہے کہ جب خواجہ فریدالدین احمد امور سفارت کے انجام دینے کے بعد شیراز سے بوشہر کو روانہ ہونیلگے تو محمد نبی خان نے چند اشعار الوداعی بطور علامت دوستی کے تصنیف کر کے خواجہ فریدالدین احمد کو پیشکش کیے ۔ وہ اشعار ہمراہ دیگر اشعار محمد نبی خان کے تاریخ سفارت مذکورۂ بالا مین بصفحہ ۱۰۳ چہاپہ ہوے ہین جنکو ہم بلفظہ مع اوس عبارت کے جو اونکے عنوان پر لکہی ہے ذیل مین مندرج کرتے ہین ۔

قطعہ کہ بخواجہ فریدالدین احمد در شب روانگی ایشان از شیراز بہ بندر ابوشہر بدیہہ نوشتہ شد

شفقا امشب چو زلفِ گلرخان
خاطرِ جمعم پریشان گشتہ است

حیرت افزاید مرا از خویشتن
کز چہ رو احوالم اینسان گشتہ است

خاکدانِ دہر را از آب و ہوا
آتشی گوئی فروزان گشتہ است

بردلم نہ از گلی خاری خلید
تا بگویم اینم از آن گشتہ است

ہم یک امشب بندہ را سر در فراز
دل ترا از جان چہ خواہان گشتہ است

ہجر تو بس مشکل آید بر سفید
از چہ رو پیشِ تو آسان گشتہ است

اس سفارت کے انجام دینے کے بعد خواجہ فریدالدین احمد بوشہر سے کلکتہ واپس آیے اوس وقت کوئی پولیٹکل امر گورنمنٹ انگریزی اور سلطنت اوا واقع برہما مین درپیش تہا۔ اوسکے طے کرنے کو خواجہ فریدالدین احمد گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے بطور ایجنٹ مقرر ہوکر اوا مین گیے اور اوسکو انجام دیکر پہر کلکتہ مین واپس آیے۔

اونکی واپسی کے تہوڑے عرصہ پیشتر یعنی ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۸ ہجری مین ملک بوندیل کہنڈ فتح ہوچکا تہا اور واسطے وصول مالگزاری کے دیہی پر تحصیلدارونکا تقرر ہوتا تہا۔ اوس زمانہ مین وہ عہدہ نہایت معزز اور ذی اختیار تہا اون تحصیلدارون کو تنخواہ نہین ملتی تہی بلکہ ایک حصہ ملک کا سپرد ہوجاتا تہا اور جسقدر روپیہ داوس

ملک سے مالگزاری کا وصول کرتے تہے دس روپیہ سیکڑا حق التحصیل اوسمین سے لیتے تہے - خواجہ فریدالدین احمد اوا سے واپس آنے پر بوندیل کہنڈ مین اوس عہدہ پر مقرر ہوے اور پرگنات اوگاسی وغیرہ جواب ضلع باندہ مین شامل ہین اونکے سپرد ہوگیے - جب یہ انتظام شکست ہوگیا اور کلکٹر اور معمولی تحصیلدار مقرر ہوے اوسوقت خواجہ فریدالدین احمد اوس عہدہ سے کنارہ کش ہوکر دلی مین واپس آیے -

خواجہ فریدالدین احمد سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے دلی سے نکلے تہے اور سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق سنہ ۱۸۱۰ء کے بارہ تیرہ برس کے بعد واپس آیے - اس عرصہ مین دلی مین بہت سے واقعات گذر چکے تہے -

جب وہ گیے تو شاہ عالم بادشاہ تہے اونکی آنکہین نکل چکین تہین اور اونکی حالت نہایت خستہ اور خراب تہی - اونہون نے اپنی خستہ حالی کے بیان مین ایک غزل لکہی ہے اور ہر ایک سے اور نیز انگریزون سے مدد چاہی ہے - ہم اوس غزل کو بطور تاریخانہ یادگار کے اس مقام پر لکہتے ہین - یہہ غزل مفتاح التواریخ مؤلفہ ولیم بیل مین بہی چہپی ہے - مگر نہایت غلط چہپی ہے - ہم اوسکو صحیح کی ہوی چہاپتے ہین اور جو اشارات اوس غزل مین ہین حاشیہ پر اوسکی تصریح بہی لکہدیتے ہین - وہ غزل یہہ ہے -

صرصرِ حادثہ برخاست پئ خواریِ ما
داد بر باد سر و برگ جہانداریِ ما

آفتابِ فلکِ رفعتِ شاہی بودیم
برُد در شامِ زوال آہ سیہ کاریِ ما

چشم ما کنده شد از دستِ فلک بهتر شد — تا نه بینیم که کند غیر جهانداریِ ما

داد افغان[1] بچهٔ شوکتِ شاهی بر باد — کیست جز ذاتِ مبرّا که کند یاریِ ما

بود جانگاه زر و مال جهان هیچو مرض — دفع از فضلِ الٰهی شده بیماریِ ما

کرده بودیم گناهی که سزا اینش دیدیم — هست امید که بخشند گنهگاریِ ما

کرده سی سال نظارت[2] که مراد او بباد — زود تر یافته پاداش ستمگاریِ ما

عهد و پیمان بمیان داده نمودند دغا — مخلصان خوب نمودند وفاداریِ ما

شیر دادم افعی بچه را پروردم — عاقبت گشت مجوز بگرفتاریِ ما

حق طفلان که بسی سال فراهم کردیم — کرده تاراج و نمودند سبکباریِ ما

قوم مغلیه و افغان همه بازی دادند — بسکه گشتند مجوز بگرفتاریِ ما

این گدازاده همدان که بدوزخ برود — بانیِ جور و ستم شد بدل افگاریِ ما

گل محمد که ز مروان بشرارت کم نیست — چه قدر کرد وکالت پیِ آزاریِ ما

آن نیاز و سلیمان و بدل بیگِ لعین — هر سه بستند کمر بهر گرفتاریِ ما

شاه تیمور که دارد سرِ نسبت با من — زود باشد که بیاید بمددگاریِ ما

مادهوجی سیندهیه فرزند جگربند منست — هست مصروفِ تلافیِ ستمگاریِ ما

آصف الدوله و انگریز که دستور من اند — چه عجب گر بنمایند مددگاریِ ما

راجه و راو و زمیندار امیر و چه فقیر — حیف باشد که نسازند غمخواریِ ما

نازنینانِ پریچهره که همدم بودند — نیست جز محلِ مبارک به پرستاریِ ما

[1] مراد ازان غلام قادر خان است ۱۲

[2] مراد ازان منظور علیخان ناظر است ۱۲

گرچہ ما از فلک امروز حوادث دیدیم ۔۔۔ باز فردا دہد ایزد سر سرداری ما

اس عرصہ مین ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے لارڈ لیک نے دلی کو فتح کرلیا اور انگریزی عملداری دلی مین ہوگئی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۰۳ء کو دلی کا انتظام جنرل اختر لونی کے سپرد کیا گیا۔ جنرل اختر لونی بطور رزیدنٹ کے وہان تھے اور کرنل برن بطور اعلی افسر فوج کے۔ لارڈ لیک مرہٹون کے مقابلہ مین مصروف تھے۔ ہولکر نے ۶ اکتوبر ۱۸۰۳ء کو نواح متھرا مین لارڈ لیک سے شکست پائی اور دہلی کی طرف چلا۔ اور ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء کو دہلی کی فصیل کے تلے پیادون اور سوارون کی فوج اور سو توپین لیکر آپہنچا۔ اور دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ ایک میرے معزز بزرگ جو اوس وقت مین جوان تھے مجھسے کہتے تھے کہ انہون نے دہلی کی فصیل پر چڑہکر ہولکر کی فوج کو دیکھا۔ ایک لہراتا ہوا دریا سوارون کی فوج کا معلوم ہوتا تھا۔ اور یقین نہین ہوتا تھا کہ دلی کے اندر جو قلیل فوج ہے وہ دلی کو بچا سکے گی اور اس فوج کو شکست دیگی

جنرل اختر لونی کو اس بات کی خبر پہونچ گئی تھی کہ ہولکر کا ارادہ دلی پر آنیکا ہے اونہون نے نہایت دانشمندی سے اوسکا کافی بندوبست کیا تھا۔ کرنل برن کو معہ فوج کے سہارنپور سے بلایا تھا۔ اور دولت راو والی پلٹن جو بزیر کمان کپتان ہربرٹ کے رہتک مین تھی اور نجیبون کی پلٹن کو جو زیر حکم لفٹنٹ برج کے پانی پت مین تھی دلی مین جمع کرلیا تھا۔ ہولکر نے ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے دلی پر حملہ کیا۔ دہلی کی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ کئی دن لڑائی رہی اور ہولکر کو شکست ہوی اور بھاگ گیا

وہی میرے دوست کہتے تہے کہ ہولکر کے بہاگ جانے کے بعد میدان صاف دیکھکر تعجب آتا تہا کہ ہولکر کی اسقدر کثیر فوج کہان غائب ہوگئی۔ اور کون اوسکو کہا گیا۔ پادشاہ نے جنرل اختر لونی کو نصیر الدولہ معز الملک وفادار خان بہادر ظفر جنگ کا خطاب عنایت فرمایا۔

اوسکے بعد شاہ عالم ۷ رمضان سنہ ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۰۶ء کے مرگیے اور اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوے۔

اکبر شاہ ثانی کے عہد مین ایک سخت واقعہ پیش آیا۔ نواب ممتاز محل نے جو اکبر شاہ کی نہایت چاہیتی بیوی اور مرزا جہانگیر اور مرزا بابر کی مان تہین یہ بات چاہی کہ مرزا ابو ظفر عرف مرزا ابن جو سب سے بڑے بیٹے پادشاہ کے تہے اور جو اخیر کو بہادر شاہ ہوے ولی عہد نہ بنایے جاوین۔ بلکہ مرزا جہانگیر ولیعہد ہون پادشاہ بہی اپنی چاہیتی بیوی کی مرضی کے تابع تہے مگر حکام انگریزی اسکو جائز نہین رکہتے تہے۔ مرزا جہانگیر نے فساد کرنا چاہا اور قلعہ مین کچہہ مسلح آدمی جمع کیے۔ اوس زمانہ مین مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تہے وہ مرزا جہانگیر کے سمجہانے کو قلعے مین گیے۔ مرزا جہانگیر نے اون پر تپنچہ کی گولی چلائی۔ وہ بچ گیے اور اونکی ٹوپی مین گولی لگی۔ وہ واپس آیے اور مرزا جہانگیر نے قلعہ کے دروازے بند کر لیے۔ مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تہوڑی سی فوج لیکر گیے۔ قلعہ کا دروازہ اوکہاڑ کر اندر گہس گیے اور مرزا جہانگیر کو گرفتار کرکے قلعہ الہ آباد مین رہنے کے لیے روانہ کر دیا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۸۰۹ء مطابق سنہ ۱۲۲۴ ہجری کے وقوع مین آیا۔ اوسوقت مرزا جہانگیر کی عمر انیس یا بیس برس کی تہی اور اوسی زمانہ سے قلعہ کے دروازون پر ایک کمپنی انگریزی

فوج کی متعین ہوگئی اور ایک کپتان قلعہ کے لاہوری دروازہ پر رہنے لگا۔ مرزا جہانگیر کا انتقال سنہ ۱۸۲۱ء مطابق سنہ ۱۲۳۶ ہجری کے الہ آباد مین ہوا۔ اول اونکی لاش خسرو باغ مین دفن ہوئی۔ پہر دلی مین لائی گئی۔ جسکا ذکر ہم آیندہ لکہین گے۔

جب یہ واقعہ ہوا لارڈ منٹو گورنر جنرل تھے اور اکبر شاہ کی متعدد درخواستین بنسبت اپنے استحقاق اور اختیارات کے لارڈ منٹو کے سامنے پیش تہین۔ مگر اس واقعہ کے بعد لارڈ منٹو نے سب کو نامنظور کیا اور صرف چہتر ہزار پانسو روپیہ ماہواری جسکا اقرار لارڈ ولزلی نے کیا تہا بطور پنشن کے مقرر کردیا۔ جسکا اضافہ ایک لاکہہ روپیہ ماہواری تک ہوگیا۔ بہادر شاہ کے وقت مین سوا لاکہہ تک اضافہ کی تجویز ہوئی تہی مگر وہ جاری نہین ہوئی ایک دفعہ اضافہ کا روپیہ بہی بادشاہی خزانہ مین آگیا تہا۔ پہر واپس کرلیا گیا۔

خواجہ فریدالدین احمد بوندیل کہنڈ سے واپس آنے کے بعد پہر کلکتہ کو چلے گیے۔ اونکے ہاتہہ کا لکہا ہوا ایک رسالہ مسمی ”تحفۂ نعمانیہ“ صنعت اصطرلاب مین ہمارے پاس موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۵ء کے کلکتہ مین تہے۔ چنانچہ عبارت خاتمہ تحریر رسالہ مذکور یہہ ہے۔ ”وتمت الرسالۃ جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۱ ہجری در کلکتہ فرید“۔ مگر یہہ معلوم نہین ہوا کہ کس سنہ مین دلی سے کلکتہ مین گئے تہے۔

اکبر شاہ اگرچہ تخت نشین ہوے مگر اخراجات کی تنگی کا وہی حال تہا جو شاہ عالم کے وقت مین تہا۔ شاہ عالم ہی کے وقت مین اخراجات کی نہایت تنگی تہی۔ تمام کارخانے ابتر ہوگئے تہے۔ شاہزادون کو جو قلعہ کے نو محلے مین رہتے تہے ماہواری روپیہ نہین ملتا تہا

اور وہ چہتون پر چڑہ کر چلاتے تہے کہ بہوکے مرتے ہین بہوکے مرتے ہین۔
اکبر شاہ کے عہد مین بہی یہی ابتری تہی۔ خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تہا۔ قرضہ ہوگیا
تہا اور تنخواہین ملازمین اور شاہزادونکی دو دو مہینے تین تین مہینے تک نہین تقسیم ہوتی تہین
اکبر شاہ کو ان خرابیون کے رفع ہونے کی نہایت فکر تہی اور اس بات کا بہی خیال تہا کہ دلی
اور اوسکے مفصلات مین خالص بادشاہ کی حکمرانی رہنی چاہیے اور انگریزون کو محاصل
ملک سے تین لاکہہ روپیہ ماہوار ہی دینا لازم ہے۔
سید محمد متقی خان ابن جواد الدولہ جواد علیخان مؤلف اس رسالہ کے والد اور خواجہ فریدالدین احمد
کے داماد کو دربار شاہی مین نشستی رسوخ تہا اور اکبر شاہ سے اونکے زمانہ شاہزادگی سے بہت
زیادہ راہ و رسم تہی۔ اور بادشاہ کبہی کبہی اونکو بہائی متقی کہکر مخاطب کیا کرتے تہے۔
اکبر شاہ نے سید محمد متقی سے چاہا کہ وہ انتظام امور بادشاہت اپنے ہاتہہ مین لین اور ان
خرابیون کا انتظام کرین۔ سید محمد متقی نے تو اس سے عذر کیا۔ مگر اپنے خسر خواجہ
فریدالدین احمد کا اور اونکی سفارت ایران اور اوسکی کامیابی کا ذکر کیا اور یہہ صلاح دی کہ اونکو
بلاکر وزیر کیا جاے تو غالباً سب امور کا انتظام ہو جاے۔ اکبر شاہ نے اس صلاح کو
پسند کیا اور خواجہ فریدالدین احمد کو کلکتہ سے بلانیکا حکم دیا اور وہ کلکتہ سے اوسی سال یعنی
سنہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۵ء کے دلی مین آے۔ بادشاہ کی ملازمت کی۔
اکبر شاہ نے اون کو وزیر مقرر کیا۔ خلعت وزارت اور خطاب دبیر الدولہ امین الملک
مصلح جنگ کا عطا کیا۔

خواجہ فریدالدین احمد نے اپنے ایام وزارت مین اس وجہ سے کہ بادشاہ قرضدار ہوگیے تھے قرضہ ادا کرنے اور اخراجات برابر کرنے کی تین تدبیرین کین۔ تمام شاہزادگان و بیگمات و ملازمان و عملۂ شاہی کی تنخواہون سے دس روپیہ فیصدی تنخواہ کم کردی اور دو مطبخ یعنی شاہی باورچیخانے جو بڑے خاصہ[۵۱] اور چھوٹے خاصہ[۵۲] کے نام سے موسوم تھے اور جنکا روزانہ صرف کثیر تھا اور اسی کے ساتھ بعض دیگر غیر ضروری کارخانجات کو موقوف کردیا اور تیسرا کام یہہ کیا کہ دیوانِ عام کی چھت جسمین تانبے کی موٹی چادرین بطور چھت گیری کے لگاکر اوسپر پیتل کی ڈنڈیون و پہولون سے جن پر سنہری ملمع تھا بطور خاتم بندی کے بنائی گئی تھی اور جسکو بعہد شاہ عالم ۱۱۷۳ ہجری مطابق ۱۷۵۹ء کے بہاؤ مرہٹہ نے اوکھاڑ ڈالا تھا اور لے نہ جاسکا تھا اور وہ سب اوکھڑی ہوئی پڑی تھی اور پھر اوسکا بنانا بنظر حالاتِ شاہی غیر ممکن تھا اوسکا سونا الگ اوتروالیا اور جسقدر تانبا تھا شاہی ٹکسال مین اوسکے پیسے بنوا ڈالے (غدر سے پہلے تک یہہ پیسے دلی مین مروج تھے) اور پیتل فروخت کردیا اور اس تدبیر سے

---

۵۱ بڑا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو تمام ملازمون اور عہدہ دارون اور خواصون اور باری دارون کو جو چوکی پہرہ کو دن رات اپنی اپنی باری سے دیوان خاص اور خاص ڈیوڑہی اور دیگر مقامات خاص مین حاضر رہتے تھے پادشاہ کی طرف سے تیار ہوکر دیا جاتا تھا ۱۲

۵۲ چھوٹا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو تیار ہوکر محل مین بھیجا جاتا تھا اور بڑے بڑے امیر یا حکیم جو اپنی اپنی باری یا کسی ضرورت سے قلعہ مین رہ جاتے تھے اونکو بھیجا جاتا تھا۔ ۱۲

کئی لاکھہ روپیہ قرض شاہی ادا کیا ان انتظامون سے آمدنی اور خرچ برابر ہوگیا اور تنخواہین ماہوار ملنے کا انتظام ہوگیا۔ مگر شاہزادے اور بیگمات اور درباری سب اس بات سے کہ اونکی تنخواہین کم ہوگئی تہین نہایت ناراض تہے اور خاصون اور کارخانجات کی موقوفی عام شکایت کا باعث تہی۔ ان اسباب سے ہر شخص نے بادشاہ کے پاس شکایتین شروع کین۔ دیوانِ عام کی چہت کی نسبت جو کچہہ کیا گیا تہا وہ بادشاہ کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا تہا۔ مگر تمام لوگ چرچا کرتے تہے کہ دیوان خاص کی چاندی کی چہت نادرشاہ نے لوٹ لی اور دیوان عام کی تانبے کی چہت خواجہ فرید نے۔ رفتہ رفتہ ان شکایتون کا اثر بادشاہ کے دل پر بہی ہوا اور دبیرالدولہ نے عہدہ وزارت کو اپنے ہاتہہ مین رکہنا مناسب نہ جانا۔ یا یہہ کہ وہ زیادہ اپنے ہاتہہ مین نہ رکہہ سکتے تہے۔ اونہون نے اوس عہدہ سے استعفا دیا اور چند روز بعد پہر کلکتہ کو چلے گیے۔

اونکے بعد تمام اختیاراتِ وزارت نواب ممتاز محل کے جو بادشاہ بیگم تہین قبضہ اقتدار مین چلے گیے اور اونہین کی طرف سے مختلف اشخاص وزارت کا کام انجام دیتے تہے

ان واقعات کے چند روز بعد بادشاہ نے پہر واسطے اضافہ پیشکش کے تحریک کرنی چاہی اور اس باب مین ایک مراسلہ بنام گورنر جنرل تیار کیا گیا جس مین زیادہ تر شکایت اسباب کی تہی کہ آمدنی واسطے اخراجات ضروری کے کافی نہین ہے۔ سید محمد متقی خان نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دبیرالدولہ کلکتہ مین موجود ہے اور آمدنی اور اخراجات

کا حال اونکو معلوم ہے اور کاغذات جمع خرچ کی یادداشتین بہی اونکے پاس ہین اور در حقیقت آمدنی و خرچ برابر ہوگیا ہے اور قرضہ بہی ادا ہوگیا ہے۔ اگر گورنر جنرل اون سے دریافت کرے تو بجز اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ بالفعل آمدنی اور خرچ برابر ہے۔ قرضہ بہی نہین ہے اوس وقت جو مراسلہ کا بہیجنا تجویز کیا گیا ہے وہ کیونکر تسلیم ہوسکیگا بادشاہ کے دل مین اسبات نے جگہہ کی اور کہا کہ تم ٹہیک کہتے ہو مگر اسکی تدبیر کیا ہے۔ سید محمد متقی خان نے عرض کیا کہ خواجہ فرید کا علحدہ کردینا مصلحت نہین تہا۔ اگر اسمین کچہہ سعی و کوشش ہوسکے گی تو دبیر الدولہ ہی کی تدبیر و کوشش سے ہوسکیگی۔ بادشاہ نے تہوڑی دیر غور کرنیکے بعد اسبات کو پسند کیا اور دبیر الدولہ کے کلکتہ سے بلانے کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ کلکتہ سے آئے اور دوبارہ سنہ ١٢٣٥ ہجری مطابق سنہ ١٨١٩ع کے بدستور اپنے عہدہ سابق پر مامور ہوے۔

اس دفعہ کے تقرر مین بہی نواب دبیر الدولہ نے درحقیقت ماہواری پنشن کے اضافہ کی جو بنام پیشکش، بادشاہ کے لیے مقرر تہی کوی کوشش نہین کی اور ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے جسکے سبب سے بادشاہ کی کبیدگی خاطر بڑہتی جاتی تہی۔ جو لوگ اونکے مخالف تہے انہون نے بادشاہ کے دل مین یہ بات جمائی کہ دبیر الدولہ انگریزون سے سازش رکہتے ہین اور اسلیے اوسمین کوشش نہین کرتے اور لوگون کو بہی تعجب تہا کہ وہ کیون اس مین تساہل کرتے جاتے ہین آخرکار بادشاہ نے یہ بات چاہی کہ وزارت کے کام مین اور شخصون کو بہی دبیر الدولہ کے شریک کیا جاوے۔ اس شراکت کے تین

کئی لاکہہ روپیہ قرض شاہی ادا کیا ان انتظامون سے آمدنی اور خرچ برابر ہوگیا اور تنخواہین ماہوار ملنے کا انتظام ہوگیا۔ مگر شاہزادے اور بیگمات اور درباری سب اس بات سے کہ اونکی تنخواہین کم ہوگئی تہین نہایت ناراض تہے اور خاصون اور کارخانجات کی موقوفی عام شکایت کا باعث تہی۔ ان اسباب سے ہر شخص نے بادشاہ کے پاس شکایتین شروع کین۔ دیوانِ عام کی چہت کی نسبت جو کچہہ کیا گیا تہا وہ بادشاہ کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا تہا۔ مگر تمام لوگ چرچا کرتے تہے کہ دیوان خاص کی چاندی کی چہت نادرشاہ نے لوٹ لی اور دیوان عام کی تانبے کی چہت خواجہ فرید نے۔ رفتہ رفتہ ان شکایتون کا اثر بادشاہ کے دل پر بہی ہوا اور دبیر الدولہ نے عہدہ وزارت کو اپنے ہاتہہ مین رکہنا مناسب نہ جانا۔ یا یہہ کہ زیادہ اپنے ہاتہہ مین نہ رکہہ سکتے تہے۔ اونہون نے اوس عہدہ سے استعفا دیا اور چند روز بعد کلکتہ کو چلے گیے۔

اونکے بعد تمام اختیاراتِ وزارت نواب ممتاز محل کے جو بادشاہ بیگم تہین قبضۂ اقتدار مین چلے گیے اور اونہین کی طرف سے مختلف اشخاص وزارت کا کام انجام دیتے تہے

ان واقعات کے چند روز بعد بادشاہ نے پہر واسطے اضافہ پیشکش کے تحریک کرنی چاہی اور اس باب مین ایک مراسلہ بنام گورنر جنرل تیار کیا گیا جس مین زیادہ تر شکایت اسبات کی تہی کہ آمدنی واسطے اخراجات ضروری کے کافی نہین ہے۔ سید محمد متقی خان نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دبیر الدولہ کلکتہ مین موجود ہے اور آمدنی اور اخراجات

کا حال اونکو معلوم ہے اور کاغذات جمعخرچ کی یادداشتین بہی اونکے پاس ہین اور درحقیقت آمدنی وخرچ برابر ہوگیا ہے اور قرضہ بہی ادا ہوگیا ہے۔ اگر گورنر جنرل اون سے دریافت کرے تو بجز اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ بالفعل آمدنی اور خرچ برابر ہے۔ قرضہ بہی نہین ہے اوس وقت جو مراسلہ کا بہیجنا تجویز کیا گیا ہے وہ کیونکر تسلیم ہوسکیگا بادشاہ کے دل مین اس بات نے جگہہ کی اور کہا کہ تم ٹہیک کہتے ہو مگر اسکی تدبیر کیا ہے۔ سید محمد متقی خان نے عرض کیا کہ خواجہ فرید کا علحدہ کردینا مصلحت نہین تہا۔ اگر اسمین کچہہ سعی و کوشش ہوسکے گی تو دبیرالدولہ ہی کی تدبیر و کوشش سے ہوسکیگی۔ بادشاہ نے تہوڑی دیر غور کرنیکے بعد اس بات کو پسند کیا اور دبیرالدولہ کے کلکتہ سے بلانے کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ کلکتہ سے آئے اور دوبارہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۹ع کے بدستور اپنے عہدہ سابق پر مامور ہوے۔

اس دفعہ کے تقرر مین بہی نواب دبیرالدولہ نے درحقیقت ماہواری پنشن کے اضافہ کی جوبنام پیشکش، بادشاہ کے لیے مقرر تہی کوی کوشش نہین کی اور ہمیشہ لیت ولعل کرتے رہے جسکے سبب سے بادشاہ کی کبیدگی خاطر بڑہتی جاتی تہی۔ جو لوگ اونکے مخالف تہے انہون نے بادشاہ کے دل مین یہ بات جمائی کہ دبیرالدولہ انگریزون سے سازش رکہتے ہین اور اسلیے اوسمین کوشش نہین کرتے اور لوگون کو بہی تعجب تہا کہ وہ کیون اس مین تساہل کرتے جاتے ہین آخرکار بادشاہ نے یہ بات چاہی کہ وزارت کے کام مین اور شخصون کو بہی دبیرالدولہ کے شریک کیا جاوے۔ اس شراکت کے تین

شخص خواہان ہوسے - ایک نواب محمد میرخان جنکے باپ شاہ جی اوس زمانہ مین دہلی کے صوبہ تہے جب کمپنی انگریز نے دہلی پر قبضہ کیا تہا - دوسرے راجہ کیدارناتہہ اور تیسرے راجہ جی سکہہ رائے

یہہ واقعہ جولائی سنہ ۱۸۲۰ء کا ہی جو مطابق ہے سنہ ۱۲۳۶ھ کے (واضح ہو کہ اس واقعہ کا سال ہمکو جنرل گارڈنر کے روزنامچہ سے جو اونکی خاندان مین محفوظ ہے اور جو کاسگنج ضلع ایٹہ مین ہے دستیاب ہوا ہے) مگر نواب ممتاز محل راجہ جی سکہہ رائے کی طرفدار تہین اور وہ چاہتی تہین کہ سب کو نکالکر راجہ جی سکہہ رائے کو مقرر کیا جاوے - دبیرالدولہ اونکی شرکت مین کام کرنا منظور نہین کرتے تہے چند روز اسیطرح فقرہ بازیان اور تدبیرین ہین آخرکار بصلاح جنرل اکٹرلونی کی جو رزیڈنٹ تہے اور دبیرالدولہ سے نہایت دوستی رکہتے تہے سنہ ۱۸۲۲ء مطابق سنہ ۱۲۳۸ ہجری کے دبیرالدولہ نے استعفا دیدیا - اس دفعہ غالباً تین برس یا ساڑہے تین برس تک انہون نے وزارت کا کام انجام دیا -

اوس زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ایک تصویر کا فوٹوگراف ہمارے پاس موجود ہی جو زمانہ وزارت دبیرالدولہ مین بادشاہی مصورون نے اکبرشاہ کے دربار کی بنائی تہی - اور یہہ تصویر اوس کتاب مین بہی چہاپی گئی ہی جسکو مولوی سید احمد ارمغان دہلی کی مصنف نے تصنیف کیا ہی اور بزم آخر جسکا نام ہے -

اسمین شاہزادون اور امرا کی دو گروہون مین جو بادشاہ کے روبرو کہڑے ہین دو شکلین جنرل اکٹرلونی اور وزیراعظم خواجہ فریدالدین احمد کی ہین جو برابر کہڑے ہین جنرل پوری پوشاک پہنے اونچی ٹوپی رکہے جریب[1] یا عصای عزت پر جہکے ہوسے ہین وزیراعظم کے پاس بہی جریب ہے - یہہ تصویر جشن کے دربار کی ہے

[1] جریب کا ملنا بادشاہی دربار مین تعزز او تقرب کی علامت تہی - دربار مین کہڑے رہنے کے لیے سہارے کے واسطے عصا ملتا تہا کیونکہ دربار شاہی مین جملہ حاضرین ہر قسم کو کہڑا رہنا پڑتا تہا - ۱۲

جو دیوان خاص مین ہوتا تھا دیوان عام کا دربار بہت دنون سے موقوف ہو چکا تھا۔ بادشاہ تخت چاندی پر بیٹھے ہوے ہین جو اصلی تخت طاوس[1] شاہجہانی کی نقل بنایا گیا تھا۔

جنرل اکٹرلونی اور وزیر اعظم دبیر الدولہ خواجہ فرید الدین احمد مین بڑی دوستی تہی جنرل اکٹرلونی اکثر دبیر الدولہ پاس جب چاہتے آیا کرتے تھے۔ اور اس لیے دبیر الدولہ کی مسند کے پاس ہمیشہ ایک نہایت عمدہ لال مخمل کی آرام کرسی رکہی رہتی تہی کہ جب وقت بیوقت جنرل صاحب آوین تو اوس پر بیٹھین۔ دبیر الدولہ اپنی مسند پر اور جنرل اکٹرلونی اوس کرسی پر بیٹھتے تھے۔

ایک دن جنرل اکٹرلونی آیے ہوے تھے۔ اتفاقاً راقم کسی سبب سے وہان گیا اور جنرل صاحب کو دیکہکر واپس آنے لگا مگر انہون نے بلا لیا اور کچھہ بات کی راقم نے جنرل سے جو فل ڈریس یعنی پوشاک یا وردی پہنے ہوے تھے پوچھا کہ "آپ نے ٹوپی مین پر کیون لگا رکھے ہین اور کوٹ مین دوہرے بٹن کیون لگایے ہین"۔ جنرل اس سوال سے بہت خوش ہوے اور مسکراکر خاموش ہو رہے۔ اوسوقت راقم کی عمر پانچ یا چھہ برس کی ہوگی۔

دبیر الدولہ کے استعفے کے بعد راجہ جی سکھہ رائے زیادہ محیط ہو گیے اور کارکنان سلطنت نے بادشاہ کے مقاصد پورا ہونے کو زیادہ تدبیر کرنی چاہی جو محض

---

[1] یہہ تخت طاوس وہ تہا جو اصلی تخت طاوس کے نادر شاہ کے زمانہ مین لٹ جانے کے بعد محمد شاہ کے وقت مین بنایا گیا تہا۔ نہایت خوبصورت تخت تہا اور بالکل شاہجہان کے تخت کی نقل تہا مگر گلٹ کا تہا اور نگینہ جو بجاے جواہرات جڑے گیے تھے وہ بہی اصلی نہ تھے۔ بہادر شاہ نے اپنے زمانہ سلطنت مین ایک دوسرا تخت چاندی کا بنوایا تہا۔ ۱۲

نادانی کا کام تہا۔ یعنی انہون نے رام موہن راے کو جو کلکتہ کے ایک بابو اور نہایت لائق اور ذی علم اور متین۔ مہذب باخلاق تہے اور وہی برہما سماج مذہب کے جو اب بنگالیون مین نہایت کثرت سے رائج ہے بانی ہین بُلایا۔ اس ارادہ سے کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل کر کے لندن بہیجا جاوے۔ چنانچہ وہ دلی مین آیے اور بادشاہ کی ملازمت کی اور اونکو راجہ کا خطاب بادشاہ کیطرف سے دیا گیا اور آخر کار وہ بادشاہ کے وکیل ہو کر لندن مین بہیجے گیے اور ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۷ھ کے لندن پہونچے اور ۱۸۳۳ء مطابق ۱۲۴۹ ہجری کے وہین مر گیے (راقم نے اونکو متعدد دفعہ دربار شاہی مین دیکہا ہے اور دلی کے لوگ یقین کرتے تہے کہ اونکو مذہب اسلام کی نسبت زیادہ رجحان خاطر ہی) مگر اس کارروائی سے بہی مقصد حاصل نہوا۔

بہادر شاہ کے عہد مین بہی اس باب مین کوشش کی گئی اور حکیم احسن اللہ خان صاحب جو بادشاہی امور کے کارکن تہے خود کلکتہ گیے اور وہان سے ایک انگریز کو اپنے ساتہہ لایے اور بادشاہ کی طرف سے اوسکو وکیل کر کے لندن کو روانہ کیا۔ مگر کچہہ فائدہ نہوا۔

اس ناکامی کا اصلی سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم اور لارڈ لیک سے جو اقرار اور معاہدے ہوے تہے اوسکے برخلاف شاہ عالم نے کوئی شقہ مرہٹون کے نام لکہا تہا جبکہ مرہٹون اور لارڈ لیک مین لڑائی ہو رہی تہی۔ وہ شقہ لارڈ لیک کے ہاتہہ آگیا تہا اور اس سبب سے جو معاہدے کہ لارڈ لیک نے اوسکے قبل شاہ عالم سے



کیے تھے وہ سب [illegible] اور ساقط ہو گیے تھے اور اس لیے درحقیقت شاہ عالم اور کمپنی انگریزمین کوئی معاہدہ باقی نہین رہا تھا اور کمپنی انگریز کو اختیار کلی حاصل تھا کہ بادشاہ اور خاندانِ شاہی کے ساتھ بلحاظ مصلحتِ ملکی جس طرح پر چاہے کارروائی کرے۔ اگرچہ انگریزون نے اسکو علانیہ ظاہر نہین کیا۔ مگر یہی وجہ تھی کہ تمام درخواستین اور خواہشین بادشاہ کی جو بربناے عہد و میثاق لارڈ لیک کے تھین اونپر کچھہ التفات نہین ہوتا تھا۔

وزارت سے استعفا دینے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھہ نے اپنے معتمد اور تیس ہزار روپیہ بطور سفر خرچ دبیر الدولہ کے پاس بھیجا اور لاہور بلایا۔ سب لوگون کی کمال خواہش تھی کہ وہ منظور کرلین۔ مگر اونکی بڑی بیٹی یعنی والدہ راقم نے کہا کہ خدا نے آپ کو اسقدر دیا ہی کہ جس طرح پر چاہین آپ آرام کر سکتے ہین اور اگر اس سے کچھہ اور زیادہ ہو جاوے تو بھی جو آرام و آسایش آپ کو اب ہے اوس مین کچھہ زیادتی نہین ہو سکتی۔ خود لاہور مین جانا اور مہاراجہ رنجیت سنگھہ کی سلطنت کے اختیارات لینا اور ہم سب کا انگریزونکی عملداری مین رہنا اچھا نہین ہے معلوم نہین کیا اتفاقات پیش آوین اور کیا انقلابات ہون۔ اور کس قسم کی مشکلات پیش آجاوین۔ پس اس زمانہ ضعیفی مین کہ آپکی طبعیت بھی علیل رہتی ہے وہان جانا مین پسند نہین کرتی دبیر الدولہ کے دل پر اس بات نے ایسا اثر کیا کہ جانے سے انکار کر دیا اور سفر خرچ واپس کیا اور پھر اخیر عمر تک باوجودیکہ پھر بادشاہ کی طرف سے ایک دفعہ تحریک ہوی مگر کوئی تعلق اختیار نہین کیا۔

غرضکہ خواجہ فریدالدین احمد نے ایسی خوش زندگی بسر کر کے ۲۴ محرم ۱۲۴۴ ہجری
مطابق ۱۸۲۸ع کے انتقال کیا۔ بیرون ترکمان دروازہ چونسٹھ کھنبہ مین جو ایک مشہور
تکیہ شاہ فدا حسین کا تھا دفن کیے گیے۔ اونکی قبر پر نہایت عمدہ و نفیس عمارت بنائی
گئی۔ اونکے بیٹون نے اونکی رسم سوم و چہلم مین ہزار ہا روپیہ خرچ کیا۔ اونکے مزار پر سالہا
سال تک بسنت چڑہتی تہی اور ایسا عمدہ و نفیس میلہ بسبب قرب شہر کے ہوتا تہا کہ
تمام درگاہون مین جو بسنتین ہوتی تہین سب مات ہوگئی تہین۔

اونکے چہوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے مادۂ تاریخ وفات ماجا بہشت
یافتیم نکالا اور اوسکو بطور قطعہ کے موزون بہی کیا تہا جو راقم کو یاد نہین رہا۔ زمانہ
تحریر اس رسالہ مین یعنی ۲۵ اگست ۱۸۹۳ع کو مین نے اوسکا ذکر مولانا خواجہ الطاف حسین
حالی سے کیا انہون نے اوس مادہ تاریخ کو اس طرح پر موزون کر دیا۔

رخت سفر چو از جہان خواجہ فریددین ببست	از پی سال رحلتش سوی بسو شتافتیم
روی نمود ناگہان خواجہ شبی بخواب در	دیدہ و خندہ باز گفت ما جا بہشت یافتیم ۱۲۴۴ھ

اونکے انتقال کی کئی دن بعد مسٹر کول بروک جو اوس زمانہ مین دہلی مین رزیڈنٹ
تہے اور مسٹر ٹریولین جو اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے بطور ماتم پرسی کے آئے۔ اوسوقت
دبیر الدولہ کے بیٹے اور داماد اور پوتے اور نواسے سب موجود تہے۔ اون سبکو
مخاطب کرکے کلمات تعزیت کہے اور بذریعہ پیغام کے کلمات محاسن اونکی بیٹیون
کو کہلا بہیجے۔ چہوٹے بچون کے ساتہ جو اوسوقت موجود تہے نہایت مہربانی

پیش آئیے اور دبیر الدولہ کی وفات پر نہایت تاسف ظاہر کیا۔

نواب دبیر الدولہ نے نہایت عمدگی وخوبی وشان وشوکت امیری ونام آوری مین آخر عمر تک اپنی زندگی بسر کی۔ تمام وسا اور امرا اور شرفاے شہر اونکا نہایت ادب ولحاظ کرتے تھے۔ اونکے مزاج مین بہت زیادہ نفاست تھی۔ جسقدر اونکا لباس فرش اور تمام چیزین اوجلی ہوتی تھین اونکا بیان مشکل ہے۔ علم سے اور بالتخصیص ریاضیات سے نہایت شوق تھا۔ اونکا معمول تھا کہ دو تین طالبعلمون کو سبق پڑہایا کرتے تھے۔ متعدد طالبعلمون مین سے ذہین اور سمجھہ دار منتخب کر لیتے تھے اور اگر کوئی امداد کا مستحق ہوتا تھا اوسکا وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ مولوی کرامت علی صاحب ابن مولوی حیات علی صاحب جو دلی کے مشہور عالم تھے اور اخیر کو حیدر آباد چلے گئے اور مولوی محب علی صاحب شیعہ مذہب جنہون نے آخر کو پنجاب مین نہایت عروج پایا اور خواجہ محمد ناصر جان جو بعد خواجہ محمد نصیر کے سجادہ نشین حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہوے اور حکیم رستم علیخان اونکے مشہور شاگردون مین سے تھے۔ اونکے چھوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے جو اپنے وقت مین علم ہیئت اور زیچ دانی اور علم وصنعت آلات رصد مین بیمثل تھے اونہین سے وہ سب علوم سیکھے تھے۔ علم ریاضی گویا ہمارا خاندانی علم ہوگیا تھا۔

کتاب بینی کا اسقدر شوق تھا کہ اونکے بہت بڑے کتبخانہ کی کوئی کتاب کسی قسم کی اور کسی فن کی ایسی نہ تھی جو اونکی نظر سے نہ گذری ہو۔ اونکا دستور تھا کہ جو نئی کتاب آتی تھی یا لی جاتی تھی جبتک کہ وہ نہ پڑھ لین کتب خانہ مین داخل نہوتی تھی۔ اونکے کتبخانہ کی

کتابونکی بڑی شناخت یہہ تہی کہ اونپر کسی نہ کسی جگہہ اونکے ہاتہہ کا لکہا ہوا کچہہ نکچہہ ضرور ہوتا تہا حاشیہ ہو یا کسی لغت کے معنی ہون یا کسی مسئلہ کی تحقیق ہو۔

کوئی نہین جانتا تہا کہ وہ انگریزی بہی جانتے تہے مگر اونکے کتبخانہ کی انگریزی کتابون پر بہی کسی لفظ کے معنی لکہے ہوے اونکے ہاتہہ کے پایے جاتے تہے اور نیز بعض اور وجوہ سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ اونکو کسی نہ کسی قدر انگریزی آتی تہی کم سے کم یہہ کہ بول لیتے اور پڑہ لیتے تہے۔

اونکے تصنیف کیے ہوے متعدد چہوٹے چہوٹے رسالے علم ہیئت اور آلات رصد مین تہے جو غدر مین ضائع ہو گئے۔ مگر اونکے تصنیف کیے ہوے اور اونکے ہاتہہ کے لکہے ہوے تین رسالے ایک صنعت اصطرلاب کا دوسرا صنعت پرکار متناسبہ کا اور تیسرا اعمال پرکار متناسبہ کا بعنایت وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ہمکو دستیاب ہوے ہین جنکو ہم نے کتبخانہ مدرسۃ العلوم مین داخل کر دیا ہے۔ خدا کرے صدہا سال تک اوس کتبخانہ مین محفوظ رہین۔

نواب دبیر الدولہ کی مجلس ایسی مؤدب اور شایستہ ہوتی تہی کہ جس مین جا کر ایک عظمت وشان معلوم ہوتی تہی۔ تمام لوگ نہایت ادب اور شایستگی سے خاموش بیٹہے ہوا کرتے تہے کوئی فضول بات بجز کام کی باتون کے یا کسی علمی مسئلہ کے اور بعض دفعہ تصوف کے مسائل کے اور کچہہ ذکر نہین ہوتا تہا۔ بخشی الممالک بخشی محمود خان بہی جو مثل ہزار داستان کے گویا اور نہایت خوش مزاج اور ظریف شخص تہے وہ بہی اونکی مجلس مین نہایت مؤدب رہتے تہے

اور کہتے تھے کہ مین ہندوستان مین نواب دبیرالدولہ کو نہایت ادب کے لائق سمجھتا ہون مگر اونکے بیٹون کے ساتھہ دوستانہ ملاقات رکھتے تھے اور اکثر آیا کرتے تھے اور ہر وقت ظرافت آمیز باتین کیا کرتے تھے۔

بخشی محمود خان ایرانی نژاد تھے۔ اونکی زبان سے ہندوستانی لفظون کا جس مین ٹ اور ڈھوتی تلفظ نہین ہوسکتا تھا۔ جب بخشی محمود خان آتے تو اکثر ہم لڑکون کو جو پوتے اور نواسے نواب دبیرالدولہ کے تھے اور مکتب مین پڑھتے تھے بلواتے اور ٹوپی ٹوپی کی شرط بدکر کسی فارسی لفظ کے تلفظ کی فرمایش کرتے۔ جب وہ پوری طرح پر تلفظ نہوتا تو اوس لڑکے کی ٹوپی لے لیتے لڑکے بھی اونسے ہندوستانی لفظونکی فرمایش کرتے ٹوٹبھر دوتاے ثقیل کا تلفظ اون سے نہین ہوسکتا تھا ہمیشہ توپا لتا کہتے تھے۔ لڑکے شرط جیت جاتے اور اونکی ٹوپی لے لیتے اور جبتک وہ لڑکونکی ٹوپیان ندیتے لڑکے بھی اونکی ٹوپی ندیتے۔ غرضکہ بخشی محمود خان نہایت خوش مزاج اور ظریف آدمی تھے۔

بادشاہ کے دربار مین نہایت خوش بیانی سے جھوٹے سچے قصے بیان کرتے تھے۔ جب بادشاہ اونسے ہمکلام ہوتے تھے تو ایسے مصروف ہوجاتے تھے کہ کسی دوسرے کو کلام کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ بااین ہمہ نواب دبیرالدولہ کی مجلس مین نہایت ہی ساکت اور مودب رہتے تھے۔

نواب دبیرالدولہ کا معمول تھا کہ صبح کا کھانا محلسرا مین آکر کھاتے تھے۔ ایک بہت بڑے نعمت خانے مین بہت وسیع دسترخوان بچھا ہوا ہوتا تھا اور کل بیٹے اور بیٹیان اور پوتے

اور پوتیان۔ نواسے اور نواسیان اور بیٹون کی بیویان اور چہوٹے و بڑے سب اونکی ساتہہ کہاتے تہے۔ چہوٹے بچون کے آگے خالی رکابیان ہوتی تہین اور وہ ہر ایک سے پوچہتے تہے کہ کونسی چیز کہاوٴ گے۔ جب وہ بتاتا تو اوسکے آگے خالی رکابی مین اپنے ہاتہہ سے وہی چیز چمچہ سے اوٹہا کر بقدر مناسب عنایت فرماتے تہے۔ تمام لڑکے نہایت ادب و صفائی سے اونکے ساتہہ کہانا کہاتے تہے۔ بڑی احتیاط رہتی تہی کہ کوئی چیز گرنے نپاوے اور زیادہ ہاتہہ کہانے مین بہرنے نپاوین۔ نوالہ چباتے کی آواز مُنہ سے نکلنے نپاوے۔

رات کا کہانا وہ باہر دیوانخانے مین کہاتے تہے۔ زنانہ ہوجاتا تہا۔ اونکی بڑی بیٹی یعنی راقم کی والدہ اور چہوٹی بیٹی فخر النسا بیگم کہانا کہلاتی جاتی تہین۔

یہہ بہی دستور تہا کہ شام کو چراغ جلنے کے بعد اونکے پوتے اور نواسے جو مکتب مین پڑہتے تہے سبق سنانے جاتے تہے۔ اونکے مسند کے آگے دو سفید رنگ کے شیشے کی فانوسین جو مردنگین کہلاتی ہین موم بتی سے روشن ہوئی رکہی رہتی تہین اور اونکے سامنے لڑکے بیٹہتے تہے۔ اول مشکل یہ تہی کہ نہایت سفید چاندنی کا فرش بچہا ہوا ہوتا تہا لڑکے اپنے پانون نہایت صاف رکہتے تہے اس خوف سے کہ کہین چاندنی پر دہبہ نہ لگ جاوے اگر اتفاق سے کسی لڑکے کے پانون کا دہبہ لگ گیا تو نہایت خفگی سے اوسکو بہگا دیتے تہے کہ ہاے کیسے پانون کیون رکہتا ہے۔ دوسری مشکل یہ تہی کہ کپڑے پر کسی قسم کا دہبہ یا روشنائی گری ہوئی نہو۔ اگر اوسی وقت دوسرے

سفید کپڑے پہنکر جاتے تو ناراض ہوتے اور کہتے کہ "کیا تو چاروں کیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا کہ بدلکر آیا ہے"۔

سب لڑکے باری باری سے سبق سُناتے اور جسکا سبق اچھا یاد ہوتا اوسکو کسی قسم کی نفیس مٹھائی اکثر بادام کی خانہ ساز لوزاتین ملتی تہین اور جسکو یاد نہوتا تھا اوسکو نہین دیجاتی تہین اور گھڑک دیتے تھے۔ نہایت سخت اور خفگی کا لفظ جو اونکی زبان سے کسی کی نسبت نکلتا تھا وہ لفظ "بے پیر" تھا۔

راقم جس زمانہ مین بوستان پڑہتا تھا حسب دستور سبق سنانے گیا اوس سبق مین یہ شعر بھی تھا۔

طمع را سہ حرفست ہر سہ تہی		وزان نیست مر مطمعان راہی	

پہلے مصرعہ کا مین نے ترجمہ کیا کہ "طمع کے تین حرف تینون خالی"۔ انہون نے کہا "دہونہہ"۔ مین سمجھا کہ مین نے غلط پڑہا۔ پہر غور کیا۔ پہر وہی معنی کہے۔ انہون نے پہر ٹوکا۔ تیسری دفعہ بھی وہی معنی کہے۔ وہ خفا ہوئے اور کہا، "بے پیر سبق یاد نہین کرتا"، نہ کچھ بتایا اور نہ مجھکو کچھ دیا۔ جس قدر مجکو رنج ہوا اور برابر آنسو آنکھون سے جاری ہوئے وہ ابتک مجکو یاد ہے۔ بہت دیر کے بعد مین سمجھا کہ راست کے معنی مین نے نہین کہے تھے۔ ہمارے بھائیون نے ہمکو اور چڑایا اور کہا کہ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد"۔

نواب دبیر الدولہ درحقیقت حکیم مشرب یا صوفی مذہب تھے کسی زمانہ مین مرکا شاہ

سے کہ جو نہایت معزز چیلے رسول شاہ جی کے تھے مرید ہوے تھے - رسول شاہیون کے جو مرید تھے اونکو خواہ مخواہ یہ ضرور نہ تھا کہ تجرد اختیار کرین اور ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا کردین بلکہ وہ بھی اونکے مریدون مین داخل تھے جو تاہل کرتے تھے اور دنیاداروں کیسی زندگی بسر کرتے تھے - یہی حال نواب دبیر الدولہ کا تھا - مگر دو برس قبل اپنی وفات کے اونکو خیال ہوا کہ ایک دفعہ تو اپنے مرشد کے طریقہ مین پورے طور پر داخل ہونا چاہیے

حجام جو حاضر ہوا اوس سے کہا کہ ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا کردے اوس نے اونکی نورانی اور نہایت خوبصورت ڈاڑھی اور مونچھون کو مونڈ دیا شہر مین اسکا بڑا چرچا ہوا اور لوگون نے نہایت تعجب کیا - مگر اونکو اسکی پروا نہ تھی - ایک دفعہ کے سوا پھر ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا نہین کیا - اور جب انتقال ہوا ہے تو ڈاڑھی کسی قدر بڑی ہو گئی تھی -

نواب دبیر الدولہ کے ذکر کے ساتھہ اونکے نہایت قدیم اور پرانے دیوان لالہ ملوک چند کا ذکر نہ کرنا نہایت ناانصافی ہوگی - یہ اونکے بہت قدیم دیوان تھے اور نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ تھے - نواب دبیر الدولہ کے مزاج مین بھی کسی قدر دخل تھا اور وقت بیوقت ہر ایک بات عرض کرسکتے تھے - نواب ممدوح بھی اونکو بہت عزیز رکھتے تھے - قبل انتقال جب نواب صاحب نے اپنی جایداد تقسیم کی تو جسقدر روپیہ اپنے بھائیون کو دیا اوسی قدر اس قدیم ملازم کو بھی دیا - نواب صاحب کے انتقال کے بعد لالہ ملوک چند تا روز مرگ نواب زین العابدین خان کے ملازم رہے - باوجودیکہ اونکے بیٹون کو بہت عروج ہو گیا تھا مگر انہون نے اپنی قدیم ملازمت کو نہین چھوڑا تھا -

دبیرالدولہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام خواجہ وحیدالدین احمد اور چھوٹے کا نام خواجہ زین العابدین خان تھا۔ جب مرزا جہانگیر کا الہ آباد مین انتقال ہوا اور وہ زمانہ نواب دبیرالدولہ کی وزارت کا تھا تو مرزا جہانگیر کی لاش الہ آباد سے دلی مین لانیکو خواجہ وحیدالدین احمد تجویز ہوے۔ وہ الہ آباد گیے اور مرزا جہانگیر کی لاش وہان سے لے آیے اور متصل مزار حضرت سلطان نظام الدین مدفون ہوے۔

اس وجہ سے نواب ممتاز محل کو وحیدالدین احمد خان پر حد سے زیادہ مہربانی ہوگئی۔ اور کہا کرتی تھین کہ وہ وحیدالدین خان کو مرزا جہانگیر کے برابر سمجھتی ہون، اور مرزا تیمور شاہ جو ایک صغیر سن بیٹے مرزا جہانگیر کے تھے اونکی گود مین دیا اور مرزا تیمور شاہ کی سرکار بجاے مرزا جہانگیر کی سرکار کے بہ نہایت شان و شوکت سے قائم ہوی اور وحیدالدین خان اوسکے مختار کل مقرر ہوے اور مختارالدولہ کا اونکو خطاب ہوا۔ یہہ واقعہ ۱۲۳۸ہ ہجری مطابق ۱۸۲۲ء کا ہے۔ مگر اوس وقت نواب دبیرالدولہ بدستور وزیر تھے۔

اوسکے بعد نواب دبیرالدولہ نے استعفا دیا اور بہت سے انقلابات سرکار بادشاہی مین ہوے۔ مگر جو عروج اور رسوخ نواب مختارالدولہ کو سرکار تیمور شاہ اور نواب ممتاز محل مین تھا اوس مین کچھہ فرق نہین ہوا۔ نواب ممتاز محل کے انتقال کے برس ڈیرھہ برس پہلے کسی بات سے ناراض ہوکر لکھنؤ چلے گیے۔ جبکہ نواب علی نقی خان نایب تھے۔ چند سال وہان بہی نہایت عروج سے رہے۔ پہر وہان سے واپس آیے اور دلی مین رہنے لگے۔ جب غدر ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی فتح ہوی تو چیلون کے کوچہ مین بعض لوگون نے فوج انگریزی

سی کچھہ فساد کیا۔ سپاہی مکان مین گھس پڑے اور نواب مختار الدولہ کے مکان مین جنہی کا
ایک دروازہ چیلون کے کوچہ کیطرف تہا گُس آیے۔ اوسوقت نواب وحید الدین خان جو
ضعیف ہو گیے تہے نماز عصر پڑھ رہے تہے کسی سپاہی نے عین نماز کی حالت مین
اونکے گولی ماری اور اونکا انتقال ہو گیا۔

خواجہ زین العابدین احمد اونکے چہوٹے بیٹے نے اپنی تمام زندگی نہایت خوبی اور سیری
سے بسر کی اپنے والد کے مرنے کے بعد انہون نے اپنے والد کا خطاب حاصل کرنیکی
کچھہ پروانہ کی مگر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۶ع کے بہادر شاہ نے اونکو دبیر الدولہ خواجہ
زین العابدین احمد خان بہادر مصلح جنگ، کا خطاب عطا کیا اور قبل غدر ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۸۵۶ع
مطابق سنہ ۱۲۷۳ ہجری کے اونکا انتقال ہوا۔

اونکی زندگی عجیب مختلف شوقون مین بسر ہوی ہے۔ زمانۂ تعلیم کے گذرنے اور اپنے
باپ سے علم ہیئت اور ریاضیات کو پورے طور پر پڑہنے کے بعد اونکو گانے اور بین بجانیکا
شوق ہوا اور یہہ شوق کسی نہ کسی قدر اخیر عمر تک رہا۔

بین جو ایک نہایت عجیب اور عمدہ باجا ہندوستان کا ہے اوسکو خود اپنے ہاتہہ سے
بناتے تہے اور اوسکے تونبون اور ٹہاٹہہ مین ایسی ایجادین کین تہین کہ لوگ متعجب ہو گیے
تہے۔ ٹہاٹ کے پردون کے مقامات کی جنسے سُر پیدا ہوتے ہین ہندسی قاعدہ سے
نسبتین نکالی تہین اور اونہین نسبتون سے ڈنڈی کو تقسیم کرکے پردے بٹہادیتے تہے۔
بین مین ٹہاٹ کے پردے موم سے جمالیے جاتے تہے۔ جب انہون نے

اوسکی نسبتین نکالین تو بیتل کی کمانیون سے اونکو مقامات معین پر کس دیتے تھے۔ یہہ ایک ایسی ایجاد تھی کہ اگر یورپ کے کسی باجے مین اس قسم کی ایجاد ہوتی تو شاید ہمیشہ کو اوسکا یہ کمال یاد رہتا۔ ایک زمانہ ایسا آتا تھا کہ اونکو بجز ان چیزون کے شغل کے اور طرف توجہ نہین ہوتی تھی۔ بڑے بڑے نامی گوی دھرپت و خیال گانیوالے نوکر ہین بینین تیار ہو رہی ہین میر ناصر احمد جو مشہور بین بجانیوالے ہمت خان اور رس خان کے نواسون مین سے تھے مگر اونکے باپ نہایت صحیح النسب سید تھے وہ آتے ہین اور بین بجتی ہی اور بین بجانے کے فن کے کمال کو دکھایا جاتا ہے۔

اوس زمانے کی بعض مجلسین بھی قابل یادگار ہین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے جانشین ہر مہینے کی چوبیسوین کو رات کے وقت ایک جلسہ درویشانہ کیا کرتے تھے۔ اوسمین بڑے بڑے گوی آتے تھے۔ دھرپت و خیال گاتے تھے اور میر ناصر احمد بین بجاتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ جاتے تھے۔ راقم بھی بہت دفعہ اونکے ساتھہ اون جلسون مین گیا ہے۔ خواجہ محمد نصیر صاحب جو نہایت بزرگ و مقدس تھے اوس زمانہ مین سجادہ نشین تھے۔

اور ایک جلسہ مگر اس جلسہ سے مختلف قسم کا ہر مہینے کی سترہوین کو ہوا کرتا تھا۔ رائے پران کشن ایک معزز رئیس اور نہایت ہی صنعدار و دولتمند تھے اور اوسی زمانہ مین ایک طوائف جو نہایت خوش آواز اور دھرپت و خیال گانے اور بین بجانے مین بیمثل تھی اوسکا نام حِنَّا تھا۔ اوسنے اپنا تمام پیشہ چھوڑ دیا تھا اور رائے پران کشن کے گھر مین

پڑ گئی تھی۔ اوسکی خاطر سے وہ ہر مہینہ کی سترہوین کو ایک جلسہ کیا کرتے تھے۔
مکان نہایت عمدہ فرش و فروش سے آراستہ ہوتا تھا۔ شیشہ آلات سے جو اوس
زمانہ مین مروج تھے بہت ہی عمدگی اور خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا۔ شہر کے رئیس خصوصًا
وہ جنسے راے پران کشن سے دوستی تھی بلایے جاتے تھے۔ بڑے بڑے گویے
اور بہادر خان ستارن جو ستار بجانے مین بےمثل تھا اور میر ناصر احمد جو بین بجانے مین اپنا مثل
نہین رکھتے تھے سب جمع ہوتے تھے۔
بی جناں کے لیے صدر کے مقابل پایئن سمت مین مسند تکیہ لگتا تھا اور لوگ اونکے
آنیکا انتظار کرتے تھے۔ جب وہ کوٹھے پر سے اوترتین اور اونکے پانون کے
زیور کی آواز آتی تو لوگ زیادہ مشتاق ہوتے تھے۔ وہ نہایت متانت اور غرور
سے آکر مسند پر بیٹھتی تھین۔ اول دہرپت و خیال گاتی تھین اور پہر بین بجاتی تھین اور
پہر اوٹھکر کوٹھے پر چلی جاتی تھین۔ لوگ اونکے گانے بجانے کی نہایت تعریف
کرتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ اس جلسہ مین جاتے تھے راقم بھی متعدد دفعہ
اونکے ساتھہ ان جلسون مین گیا ہے۔
کبھی اون کو فن ریاضی سے شوق ہوتا تھا۔ دن رات بجز آلات رصد کے بنانے
اور کواکب کے رصد کرنے کے اور کوئی شغل نہ تھا۔ جو کہ خود بہت بڑے دستکار تھے
تمام آلات رصد اپنے ہاتھہ سے بناتے تھے۔ نہایت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی
اصطرلاب اپنے ہاتھہ سے ایسا عمدہ بنایا تھا جو عجائب روزگار سے تھا۔

اسکے سوا بہت سے آلات مثل ذات الحلقتین اور ذات الحلق - ربع مجیب - ربع مقنطر
حلزون - جریب الساعۃ - مقیاس الساعۃ افقی و آفاقی - پرکار تقسیم - پرکار متناسبہ
اور اسیطرح جر ثقیل کے آلات اور آلات صد برجندی کے تمام نمونے خود اونکے ہاتھہ کے
بنائے ہوئے تھے - اونکا وہ کمرہ جسمین یہہ آلات رکھے جاتے تھے ایک صدخانہ
معلوم ہوتا تھا -

کسی زمانہ مین اونکو پتنگ بازی کا شوق ہوتا تھا - اوس زمانہ مین بجز اوسکے اور
کسی چیز کا چرچا نہ رہتا - اپنے ہاتھہ سے پتنگ بناتے تھے اور خود لڑاتے تھے
پتنگ بنانے کو بھی انہون نے ایک علمی چیز کر دیا تھا - اور ایک رسالہ صنعت پتنگ
مین لکھا تھا اور اقلیدس کیطرح اوسکی شکلین اور اوسکی نسبتین قائم کی تہین اور اونکی ہر ایک
قسم کی خاصیتین لکھی تہین کہ فلان قسم کا پتنگ اتنی دور جا کر یہہ کام کریگا اور فلان قسم کا
وہ کام کریگا مگر افسوس ہے کہ وہ رسالہ غدر مین ضائع ہو گیا -

کسی زمانہ مین اونکو تیر اندازی کا شوق ہوتا تو بجز تیر اندازی اور کمانون اور تیرون کے
بننے اور سہ پہر کو تیر اندازی کے جلسون کے اور کچھہ نہوتا تھا - مگر وہ جلسے ایسے نہین ہین
جنکی خوبی اور عمدگی اور شان کو اور اون امرا اور سلاطین کے تزک کو جو تیر اندازی کے
جلسون مین آتے تھے بیان کیا جا سکے -

تیر اندازی کا فن انہون نے سید محمد متقی خان راقم کے والد سے جو اس فن مین بینظیر
تھے سیکھا تھا اور اوسمین ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ خود اپنے ہاتھہ سے کمانین اور

ہر قسم کے تیر بناتے تھے اونکی ہاتھ کی بنائی ہوی کمانین کشمیر کی بنی ہوی کمانون سے زیادہ عمدہ سمجھی جاتی تھین - بڑی خوبی اون کمانون مین یہ تھی کہ برسات مین رخ نکرتی تھین - تیر اندازی کے لیے گھر مین تودہ تیار رہتا تھا اور تیسرے پہر کو شہر کے اکثر امرا اور رئیس اور بعض سلاطین جمع ہوتے تھے اور نہایت نفیس جلسہ ہر روز ہوا کرتا تھا اور جو صنعت اور خوبی تیر اندازی کی ظاہر ہوتی تھی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی - اوس زمانہ مین آیا سنگھ ایک تیر انداز تھا جو نہایت کڑی کمان کھینچتا تھا - مگر جب اون لوگون کا جو اوس سے نرم کمان کھینچتے تھے تیر زیادہ تودہ مین کارگر ہوتا تھا تو بڑا لطف ہوتا تھا - اوس زمانہ مین ایک پیر مرد مسلمان تھے - اونکو تیر اندازی کا بڑا شوق تھا - میر الا اللہ اونکا نام پڑگیا تھا کیونکہ وہ تیر لگاتے وقت الا اللہ کہا کرتے تھے - وہ غریب آدمی تھے - سامان تیر اندازی کا اونکو نواب زین العابدین خان دیتے تھے - وہ تیر لگانا بھی اچھا نہین جانتے تھے - مگر تیر اندازی کی مجلس مین وہ سب لوگون کو ہنسانے اور خوش کرنیوالے تھے - ایک ذمی عرب ہندو مرصع ساز کو بھی تیر اندازی کا بہت شوق تھا - اور تیر لگاتے وقت اللہ غنی کہتا تھا - اوسکا نام (اللہ غنی) ہی پڑگیا تھا - ان باتون کے لکھنے سے ہمارا مطلب یہہ ہے کہ پڑھنے والون کو معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کیسی عمدہ صحبتین تھین - اب وہ سب خواب و خیال ہین -

آخر عمر مین ان سب چیزون کا شوق نہین رہا تھا - کبھی کبھی کسی کو اور خصوصاً خواجہ ہاشم علیخان اپنے بیٹے کو جو بمثل ذہین اور لائق اور نیکی اور سعادتمندی مین فرشتہ خصلت تھے ریاضیات مین سے کسی کتاب کا سبق پڑھا دیتے تھے -

خواجہ فریدالدین احمد کی تین بیٹیان تہین ایک عزیزالنسا بیگم والدہ راقم کی دوسری فاطمہ بیگم اور تیسری فخرالنسا بیگم-

عزیزالنسا بیگم نہایت لائق وہین- قدرتی نہایت عالی دماغ تہین- وہ صرف قران مجید پڑہی ہوی تہین اور کسی زمانہ مین فارسی کی بہی کچہہ ابتدائی کتابین پڑہی تہین مین نے خود گلستان کے چند سبق اونسے پڑہے ہین اور اکثر ابتدائی فارسی کتابون کے سبق اونکو سنائے ہین- مجکو خوب یاد ہے کہ جب مین اونکو سبق سناتا یا نئے سبق کا مطالعہ اونکے پاس بیٹھکر دیکہتا تو وہ سوت کی گوندہی ہوی تین لڑین ایک لکڑی مین بندہی ہوی میری تنبیہ کو اپنے پاس رکہہ لیتی تہین- اگرچہ وہ خفا تو کئی دفعہ ہوی ہونگی- مگر اون سوت کی لڑون سے مجہے کبہی مار نہین پڑی-

اونکی تعلیم اور اونکی نصیحتین نہایت ہی حکیمانہ اور دل پر اثر کرنیوالی تہین- مجکو یاد ہے کہ ایک شخص نے جسکے ساتہہ مین نے نیکی کی تہی- میرے ساتہہ نہایت بدی کی اور تمام وجہ ثبوت جس سے اوسکو فوجداری عدالت سے کافی سزا مل سکتی تہی میرے ہاتہہ آگئی میرے نفس نے مجکو بہکایا اور انتقام لینے پر آمادہ کیا میری والدہ مرحومہ نے یہ خبر سنکر مجہہ سے کہا کہ اگر تم اوسکو معاف کرو تو اس سے عمدہ کوئی کام نہین ہے- اگر تمکو اوسکی بدی کی حاکم سے سزا دلوانی ہے تو نہایت نادانی ہے کہ اوس قوی اور زبردست احکم الحاکمین کے چنگل سے جو ہر ایک کے اعمال کی سزا دینے والا ہے اپنے دشمن کو چہوڑا کر ضعیف و ناتوان دنیا کے حاکمون کے ہاتہہ ڈالنا چاہو پس اگر دشمنی و انتقام ہی منظور ہے تو قوی حاکم کے

ہاتھہ مین اوسکو رہنے دو۔ اس نصیحت کا میرے دل پر ایسا اثر ہے کہ کبھی وہ نہین ہوا اور نہوگا۔ اور جبسے میرے دل مین کسی شخص سے گو اوسنے میرے ساتھہ کیسی ہی دشمنی کی ہو انتقام لینے کا خیال تک نہین آیا۔ بلکہ اونکی نصیحت پر غور کرنے سے میرے دل مین یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ اب مین یہہ بہی نہین چاہتا کہ آخرت مین خدا بہی اوس سے میرا بدلہ لے۔

جس زمانہ مین میری عمر گیارہ بارہ برس کی تہی مین نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا اور بڈہا تہا کسی بات پر تہپڑ مارا۔ جس وقت میری والدہ کو خبر ہوی اور تہوڑی دیر کے بعد مین گہر مین گیا تو میری والدہ نے ناراض ہوکر کہا کہ وہ اسکو گہر سے نکالدو جہان اسکا دل چاہے چلا جاوے۔ یہہ گہر مین رہنے کے لائق نہین رہا چنانچہ ایک ماما میرا ہاتہہ پکڑ کر گہر سے باہر لے گئی اور باہر سڑک پر چہوڑ دیا۔ اوسی وقت ایک ماما دوسرے گہر سے یعنی میری خالہ کے گہر سے جو قریب تہا نکلی اور مجکو میری خالہ کے گہر مین لیگئی۔ میری خالہ نے کہا کہ "دیکہو تمہاری والدہ تم سے کسقدر ناراض اور غصہ مین اور اس سبب سے جو تمکو گہر مین رکہیگا اوس سے بہی خفا ہونگی۔ مگر مین تمکو چہپا رکہتی ہون" اور کوٹہے پر کے ایک مکان مین مجہکو چہپا دیا۔ تین دن تک مین اوس کوٹہے پر چہپا رہا۔ میری خالہ میرے سامنے نوکرون اور میری بہنون کو کہتی تہین کہ "دیکہنا آپاجی یعنی میری والدہ کو خبر نہو کہ یہان چہپے ہوے ہین" تین دن بعد میری خالہ جنکو مین آپا جان کہا کرتا تہا میری والدہ کے پاس قصور معاف کرانیکے واسطے لے گئین۔ انہون نے کہا کہ اگر اوس نوکر سے قصور معاف

کرایے تو مین معاف کردونگی - وہ نوکر ڈیوڑہی پر بُلایا گیا مین نے اوسکے آگے ہاتہہ جوڑے جب تقصیر معاف ہوی - بلاشبہہ ایک اچھی ماں ہزار اوستادون سے بہتر ہے

اونکی چند خاص عادتون مین سے ایک یہہ امر تہا کہ لاوارث بڑہیا عورتونکی ہمیشہ خبرگیری کرتی تہین - زنانہ مکان کے باہر بطور جلوخانہ کے ایک میدان تہا اور اوسکے ایکطرف متعدد کوٹہریان اور یکدرے ملازمونکے رہنے کے لیے بنے ہوے تہے غریب اور لاوارث بڑہیا عورتون کو اوس مین رکہتی تہین - منجملہ اونکے ایک لاوارث بڑہیا مسماۃ زینا تہی اتفاق سے ایک زمانہ مین میری والدہ بہی بیمار ہوئین اور زینا بہی بیمار ہوی بیماری بہی قریب قریب ایک ہی تہی - جو دوا اونکے لیے تیار ہوتی تہی اوسی مین سے زینا کو پلاتی تہین - دونون کو صحت ہوگئی - مگر حکیم معالج نے میری والدہ کے لیے ایک نسخہ معجون کا جو قیمتی تہا تجویز کیا - جسقدر تیار ہوا وہ مقدار مین ایک ہی شخص کے لیے چند روز تک کہانے کے لائق تہا - مین اوس زمانہ مین دلی مین منصف تہا - مین اوس معجون کو تیار کر کے لیگیا اور کہا کہ یہہ اتنے دنونکی خوراک ہے اسکو استعمال فرمایئے - انہون نے اوسکو لے لیا اور اس خیال سے کہ وہ معجون زینا کے لیے بہی ایسی ہی مفید ہوگی جیسی کہ مجکو اور اون کو یقین نہ تہا کہ زینا کے لیے بہی ایسی معجون تیار کر دی جاویگی - اسلیے خود انہون نے اوس معجون کو نہین کہایا اور خفیہ خفیہ زینا کو کہلایا اور اوس معجون سے زینا کی صحت مین بہت ترقی ہوئی اوسی کے ساتہہ اونکی صحت مین بہی زیادہ ترقی ہوگئی - چند روز بعد مین نے اونسے کہا کہ اوس معجون نے آپکو بہت فائدہ کیا وہ نہین اور رکہاد تمہارے نزدیک بغیر دوا کے خدا صحت

نہین دیتا، مین متعجب ہوا۔ اوسوقت معلوم ہوا کہ وہ معجون اونکے عوض زینب نے کہائی اور خدا نے دونون کو صحت عطا کی۔ ایک کو بحیلہ دوا کے اور ایک کو محض اپنے فضل و کرم سے۔

اون کا دستور تہا کہ جو کچہہ گہر مین آتا روپیہ پیسہ۔ گانون کا یا ملکون کا غلہ مکانون کا کرایہ۔ تنخواہ قلعہ کی۔ باغون کا میوہ سب مین سے بحساب پانچ فیصدی کے خدا کے نام پر علیحدہ کر دیتی تہین۔ اپنی بہنون اور بہانجیون پر بہی تاکید تہی کہ اسیطرح پانچ فیصدی کے حساب سے خدا کی راہ پر دیا کرین اور جسقدر روپیہ اسطرح پر جمع ہوتا اوسکو نہایت عمدگی اور خوبی اور ایک انتظام سے خیرات مین صرف کرتین۔

اس طرح پر اونکے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہو جاتا تہا۔ اور اوس مین سے غریب پردہ نشین عورتونکی جو معاش سے تنگ ہوتین امداد کرتین۔ غریب عورتونکی جوان لڑکیون کے نکاح کو دیتی تہین اور اسطرح پر بہت سی جوان لڑکیون کا اونکی امداد سے نکاح ہوا ہے۔ نوکری پیشہ یا غریب اور مفلس خاندانونکی جوان لڑکیان جو بیوہ ہو جاتی تہین اونکا دوسرا نکاح کر دینے کی نصیحت کرتین اور اونکے نکاح کر دینے کو روپیہ سے امداد کرتین۔ وہ عموماً لوگون کو سمجہاتین کہ نکاح ثانی نکرنا دوسری چیز ہے مگر نکاح ثانی کو معیوب سمجہنا یا جسنے نکاح ثانی کیا ہے اوسکو حقیر و ذلیل سمجہنا سخت گناہ ہے۔

غریب رشتہ دارون کے گہر مین جاتین اور خفیہ طور پر یا کسی حیلہ سے اونکی امداد کرتین۔ بعض رشتہ دار ایسے بہی تہے کہ انہون ایسی عورتون سے شادی کرلی تہی جنسے

ملنا لوگ معیوب سمجھتے تھے۔ مگر اونکا قول تھا کہ خدا کے حکم سے صلۂ رحم سب پر مقدم ہے وہ خود اونکے گھر جاتین اور اونکی اولاد کے ساتھہ شفقت سے پیش آتین اور اونکے ساتھہ سلوک کرتین۔

اونکو ہر ایک بات مین خدا پر بہت توکل تھا وہ یہہ کہا کرتی تھین کہ "دُکھہ بیماری مین علاج کرنا۔ دوا دینا صرف ایک حیلہ ہے۔ شفا دینے والا خدا ہے۔ اگر دوا اور حکیمون کے علاج سے لوگ مرا نہ کرتے تو سب لوگ خدا کو بھول جاتے"، وہ کہتی تھین کہ "اگر سیتلا کے پوجنے سے لڑکیان لڑکے سیتلا کی بیماری سے نہ مرتے تو تمام دنیا بجز اونکے جنکو خدا بچاتا کافر ہو جاتی"۔

کبھی کوئی منت و نذر و نیاز کسی امر کے لیے انہون نے نہین مانی۔ گنڈے تعویذ پر اور تاریخون یا دنون کی سعادت و نحوست پر اونکو مطلق اعتقاد نہ تھا لیکن اگر کوئی کرتا تو اوسکو منع نہ کرتین اور کہتین کہ اگر اون لوگون کو اس سے منع کیا جاوے اور نہ کرنے دیا جاوے اور اتفاق سے وہ امر پیش آجاوے جسکے خوف سے وہ گنڈہ تعویذ کرتے ہین یا سعادت و نحوست دیکھتے ہین تو اونکے ایمان مین زیادہ خلل آجاویگا اور وہ یقین کرینگے کہ ایسا نہ کرنے سے یہہ ہوا اور اگر ایسا کیا جاتا تو یہہ نہوتا۔ اونکا قول تھا کہ "ہر بات کے لیے صرف خدا سے دعا کی جاوے پھر وہ جو چاہیگا وہ کریگا"۔

وہ کہتی تھین کہ "مصیبتین جو انسانون پر پڑتی ہین اوس مین بھی خدا کی کچھہ حکمت ہوتی ہے مگر بندے اوس حکمت کو نہین سمجھہ سکتے"۔

میری ننھیال کو شاہ عبدالعزیز سے اور اونکے خاندان سے بہت عقیدت تہی مگر میری والدہ کو حضرت شاہ غلام علی سے بیعت و عقیدت تہی اور شاہ صاحب کے ہان اس قسم کی باتون کا پتہ بہی نہ تہا۔ اونکی عادت تہی کہ جب کوئی اونکے پاس کوئی حاجت لیجاتا تو وہ اوسیوقت ہاتہہ اوٹہاتے اور سب حاضرین سے کہتے کہ دو دعا کرو کہ خدا اسکی آرزو پوری کرے،،۔ یہی عقیدہ میری والدہ کو بہی مستحکم تہا۔

میری ننھیال کے بعض لوگ توہمات مین مبتلا تہے اور شاہ عبدالعزیز کے ہان جو کچہہ ہوتا تہا اوسپر اعتقاد رکہتے تہے۔ شاہ عبدالعزیز اور اونکے خاندان کے بزرگ لڑکون کو بعض بیماریون سے محفوظ رہنے کے لیے ایک گنڈہ دیا کرتے تہے جس مین ایک تعویذ ہوتا تہا اور اوس تعویذ مین ایک حرف یا ہندسہ سفید مرغ کو ذبح کرکے اوسکے خون سے لکہا جاتا تہا اور جس لڑکے کو پہنایا جاتا تہا بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کہانے کا اوسکو امتناع ہوتا تہا۔

سید حامد اور سید محمود میرے دونون بیٹون کو بہی اونکی ننھیال والون نے وہ گنڈہ پہنایا۔ مگر میری والدہ کو یہہ خیال تہا کہ اس گنڈہ کے سبب سے انڈا یا مرغی نہ کہانا اور یہہ سمجہنا کہ اگر کہاوینگے تو کوئی آفت آویگی خدا پر ایمان رکہنے کے برخلاف ہے۔ وہ اون دونون لڑکون کو جب کبہی وہ اونکے ساتہہ کہاتے اور کوئی ایسی چیز بہی موجود ہوتی جس مین انڈا پڑا ہو یا مرغی کا سالن یا مرغ پلاؤ ہوتا تو بے تامل اونکو کہلا دیتین۔ وہ لڑکے پراٹہے اور انڈا پسند کرتے تہے۔ بے تامل اونکو پکوا کر کہلا دیتی تہین۔

مین جب دلی مین منصف تہا تو میری والدہ مجکو نصیحت کرتی تہین کہ وجہان جہان تم جانا لازمی سمجھتے ہو اور ہر حالت مین تمکو وہان جانا لازمی ہوگا تو تم وہان کبہی سواری پر جایا کرو کبہی پیادہ پا۔ زمانہ کا کچہہ اعتبار نہین ہے۔ کبہی کچہہ ہے اور کبہی کچہہ۔ پس ایسی عادت رکھو کہ ہر حالت مین اوسکو نباہ سکو۔ چنانچہ مین نے جامع مسجد اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ مین جانے کا یہی طریقہ اختیار کیا تہا کہ اکثر دونون جگہہ پیدل جاتا تہا اور کبہی سواری پر۔

میرے بہائی سید محمد خان اور حکیم غلام نجف صاحب سے بہت دوستی تہی آپس مین بہائی بہائی کہتے تہے۔ مین بہی اونکو اپنے بڑے بہائی کی برابر سمجھتا تہا۔ سید محمد خان کے انتقال کے بعد جب مین دہلی مین منصف ہوکر آیا تو مین اوسی طرح حکیم غلام نجف صاحب سے ملتا تہا۔ ہفتہ مین دو روز اونکے پاس جاتا تہا اور وہ بہی وقت معین مین میرے پاس آتے تہے۔ اتفاقاً حکیم غلام نجف صاحب کچہہ ناراض ہوگیے۔ مین بدستور اونکے پاس جاتا رہا اور ملتا رہا۔ مگر اُنہون نے آنا چہوڑدیا۔ بہت دنون تک مین نے اسکا کچہہ خیال نہ کیا۔ آخر کو مین نے بہی اونکے ہان جانا بہت کم کر دیا۔ ایک دفعہ میری والدہ نے مجہہ سے کہا کہ "مین سمجھتی ہون کہ تم اب حکیم غلام نجف کے پاس بہت کم جاتے ہو اسکا کیا سبب ہے"۔ مین نے جو بات تہی وہ کہی اُنہون نے کہا "نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو تم اچہا نہین سمجھتے وہی بات تم بہی کرتے ہو۔ جہان دوستی ہے اوسکا پورا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارا فرض ہے اور اوس دوست کو دوستی کا پورا برتاؤ کرنا اوسکا

فرض ہے تم دوسری شخص کے فرض کے ادا کرنے کے کیون ذمہ دار ہوتے ہو تمکو بدستور ملنا اور اپنا فرض ادا کرنا چاہیے ۔اس سے تمکو کیا کہ دوسرا بہی اپنا فرض ادا کرتا ہے یا نہین،،۔

اس زمانہ مین کہ میرے خیالات مذہبی محققانہ اصول پر ہین اس وقت بہی مین اپنی والدہ کے عقائد مین کوئی ایسا عقیدہ جسپر کسی قسم کے شرک یا بدعت کا اطلاق ہو سکے نہین پاتا بجز ایک عقیدہ کے کہ وہ سمجہتی تہین کہ عبادت بدنی یعنی قرآن مجید پڑہ کر بخشنے کا یا فاتحہ دیکر کہانا تقسیم کرنے کا ثواب مُردے کو پہونچتا ہے ۔

مین ان دونون باتون کا قائل نہین ہون ۔عبادت بدنی مین تو مین نیابت کا قائل نہین ہون اور عبادت مالی مین بہی بجز اوس صورت کے کہ متوفی اپنی زندگی مین کچہہ مال کسی کار خیر کے لیے کسی کے سپرد کر جاوے نیابت کا قائل نہین ہون ۔تعجب ہے کہ میرا عقیدہ اس زمانہ کے وہابیون یا اہل حدیث سے بہی زیادہ سخت ہے ۔کیونکہ گو وہ عبادت بدنی کے ثواب پہونچنے مین مختلف ہین مگر ہر حالت مین عبادت مالی کے ثواب پہونچنے مین سبکو اتفاق ہے ۔

ایک امر جو نہایت صبر و استقلال کا اون سے ظہور مین آیا وہ نہایت ہی عجیب ہے اور بہت کم اوسکی نظیر مل سکتی ہے ۔سید محمد خان اونکے بڑے بیٹے نے سینتیس ۳۷ برس کی عمر مین ۱۲۶۱ھ مین انتقال کیا ۔میری والدہ اور تمام لوگ چہوٹے بڑے اونکے زمانہ بیماری مین بیمارداری اور علاج معالجہ مین مصروف تہے ۔میری والدہ ہر وقت اونکے پاس بیٹہی رہتی تہین

قریب ایک مہینہ کے وہ بیمار رہے۔ آخرکار ایک دن صبح کے وقت اونکا انتقال ہوگیا سب لوگ گریہ وزاری کرنے لگے۔ جو رنج وغم اونکو ہوا ہوگا ظاہر ہے کہ اوس سے زیادہ کسی کو نہوا ہوگا۔ بے اختیار اونکی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے۔ لیکن اوسی حالت مین اُنھون نے کہا کہ "خدا کی مرضی"۔ اور وضو کرکے صبح کی نماز پڑہنے لگین اور اشراق تک مصلے پر سے نہین اوٹھین۔ مین اوس زمانہ مین فتحپور سیکری مین منصف تھا۔ اس واقعہ کے بعد مین نے دہلی مین اپنی تبدیلی کرالی۔

اتفاق سے بعض رشتہ دارون کی ایک بیٹی (دختر) کی شادی اوسی زمانہ مین قرار پاچکی تھی اور صرف چار دن شادی کے باقی رہے تھے۔ اور وہ تمام سامان شادی کا کرچکی تھین کہ سید محمد خان کا انتقال ہوگیا اور جیسا کہ دستور ہے اون لوگون نے اپنی لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا چاہا۔ میری والدہ تیسرے دن اپنے بڑے بیٹے کے انتقال کے اور ایسے سخت صدمہ کی حالت مین خود اون رشتہ دار کے گھر مین گئین اور کہا کہ "مین تمہاری بیٹی کی شادی مین آئی ہون۔ تین دن سے زیادہ ماتم رکھنے کا حکم نہین ہے۔ شادی کے ملتوی کرنے سے تمہارا بڑا نقصان ہوگا اور جو امر کہ خدا کو منظور تھا وہ ہوچکا۔ تم ہرگز شادی کو ملتوی مت کرو۔ اور جبکہ مین خود تمہارے گھر مین آئی ہون اور شادی کی اجازت دیتی ہون تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے"۔

اگر لوگ ان باتون پر غور کرین تو سمجھ سکتے ہین کہ میری والدہ کیسی عالی خیال۔ اور نیک صفات اور عمدہ اخلاق۔ دانشمند اور دور اندیش۔ فرشتہ صفت بی بی تھین اور

ایسی مان کا ایک بیٹے پر جسکی اوسنے تربیت کی ہو کیا اثر پڑتا ہے۔
وہ مجھکو نصیحت کرتی تہین کہ "اگر کسی نے ایک دفعہ تمہارے ساتہہ نیکی کی ہو اور پہر برائی کرے۔ یا دو دفعہ نیکی کی ہو اور دو دفعہ برائی کرے تو تمکو آزردہ نہونا چاہیے۔ کیونکہ ایک یا دو دفعہ کی نیکی اور ایک یا دو دفعہ کی برائی برابر ہوگئی۔ مگر نیکی ایسی چیز ہے کہ اوسکے بعد نیکی کرنیوالا کیسی ہی برائی کرے اوسکی نیکی کے احسان کو بہلایا نہین جا سکتا"۔
مگر افسوس ہے کہ ایسی نیک بی بی کو اخیر عمر مین تکلیف پہونچی۔ جس زمانہ مین غدر ہوا مین بجنور مین صدر امین تہا اور میری والدہ اور گہر کے لوگ اور بچے اور سب عزیز و اقارب دہلی مین۔
وہ زمانہ غدر مین لوگون سے کہتی تہین کہ "انگریز تہوڑے دنون مین پہر آجاوینگے تم سب خاموش اپنے گہرون مین بیٹہے رہو۔ جو لوگ فساد مین شریک نہونگے انگریز اون کو کچہہ نہین کہنے کے"۔
اونکو یقین کامل تہا کہ "انگریز بجز اونکے جنہون نے فساد کیا ہے کسی کو کچہہ تکلیف نہین دینے کے"۔ جب زمانہ فتح دہلی قریب ہوا اور کشمیری دروازہ فتح ہو گیا۔ سب زن و مرد شہر سے باہر چلے گیے۔ مگر وہ اور اونکی ایک بہن جو نابینا تہین اسی یقین پر کہ انگریز بیگناہون کو نہین ستانے کے اپنے گہر سے نہین گیئن۔
مگر افسوس کہ اونکا خیال غلط نکلا اور جب دہلی فتح ہوی تو سپاہی گہرون مین

گھس آئے۔ تمام گھر لوٹ لیا۔ وہ مع اپنی بہن کے حویلی کو چھوڑ کر اوس کوٹھری مین چلی آئین جس مین ایک لاوارث بڑھیا رہتی تہی۔

آٹھہ دس دن انہون نے نہایت تکلیف سے بسر کیے۔ اس عرصہ مین راقم جو ٹہٹہ مین گیا تہا میرٹہہ سے دہلی پہونچا اور اپنی والدہ کے پاس گیا اوس وقت تین دن سے اونکے پاس کہانے کو کچہہ نہ تہا۔ گہوڑے کا دانہ کچہہ مل گیا اوسی پر بسر تہی۔ دو دن سے پانی بہی ہو چکا تہا اور پانی کی نہایت تکلیف تہی۔

مین نے کوٹھری کا دروازہ کہٹ کہٹایا اور آواز دی۔ انہون نے دروازہ کہولا پہلا لفظ جو اونکی زبان سے نکلا یہ تہا کہ ،، بیٹا تم یہان کیون آگیے یہان تو لوگون کو مار ڈالتے ہین۔ تم چلے جاؤ ہمپر جو گذریگی۔ گذریگی،،۔

مین نے کہا ،، آپ خاطر جمع رکہیے مجھے کوئی نہین ماریگا میرے پاس سب حاکمون کی چہٹیان ہین اور مین ابہی قلعہ کے انگریزون اور دہلی کے گورنر سے ملکر آیا ہون،،۔ اونکی طمانیت ہوی اور معلوم ہوا کہ دو دن سے پانی مطلق نہین پیا ہے۔

مین پانی کی تلاش کو نکلا پانی او سطرف کہین نہین ملا۔ کنوون پر کوئی ایسی چیز نہ تہی جس سے پانی نکالا جاسکے۔ ناچار پہر قلعہ مین گیا اور وہان سے ایک صراحی پانی کی لیکر چلا۔ جب اپنے گہر کے قریب کے بازار مین پہونچا تو دیکہا کہ وہی لاوارث بڑہیا سڑک پر بیٹھی ہے اور اوسکے ہاتہہ مین مٹی کی صراحی اور آبخورہ ہے اور کسی قدر بدحواس ہے معلوم ہوا کہ وہ بہی پانی کی تلاش کو نکلی تہی۔ تہوڑی دور چلکر بیٹہہ گئی اور پہر اوٹہا نگیا

مجھہ کو معلوم تہا کہ وہ بہی پیاسی ہے۔ دو دن سے پانی نہین ملا۔ مین نے اوسکے آبخورہ مین پانی دیا اور کہا دیا پانی پی لے، اوسنے کپ کپاتے ہاتہون سے آبخورہ کا پانی صراحی مین ڈالا اور کچہہ گرا دیا۔ اور گہر کی طرف اشارہ کیا اور کچہہ کہا جسکا مطلب یہہ تہا کہ بیگم صاحب پیاسی ہین اونکے لیے پانی لیجاؤنگی اور اسی غرض سے پانی صراحی مین ڈالتی تہی۔

مین نے کہا میرے پاس پانی بہت ہے مین لے آیا ہون تو پانی پی لے پہر آبخورہ مین پانی دیا۔ اوسنے پیا اور لیٹ گئی۔ مین جلدی جلدی گہر کی طرف آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو تہوڑا تہوڑا پانی پینے کو دیا۔ انہون نے خدا کا شکر کیا۔

اب مین گہر سے نکلا کہ کچہہ سواری کا بندوبست کرکے اونکو میرٹہہ لیجاؤن جب اوس مقام پر پہونچا جہان بڑہیا زینا لیٹی تہی تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکی ہے سارے شہر مین باوجودیکہ حکام نے بہی احکام جاری کیے لیکن کہین سواری نہ ملی۔ آخرکار حکام قلعہ نے اجازت دی کہ شکرم جو سرکاری ڈاک میرٹہہ کو لیجاتی ہے مجکو دیدیجاوے۔ مین وہ شکرم لیکر گہر آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو اوس مین بٹہا کر میرٹہہ لے آیا۔

منشی الطاف حسین صاحب سررشتہ دار کمشنری میرٹہہ نے جو میرے ساتہہ بچپن سے کہیلے ہوے تہے اور اونکے خاندان اور میرے خاندان سے ارتباط قدیمی تہا میرے رہنے کو ایک مکان خالی کر دیا۔ مین ہمیشہ اونکے اس احسان کو یاد رکہتا ہون۔

اس تکلیف سے میری والدہ کی طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف ہوگئی اور

صفرا کی نہایت شدت ہوگئی۔ جو دوا یا غذا دیجاتی تہی وہ قی ہو جاتی تہی۔ کبہی اس مرض مین کچہہ تخفیف ہو جاتی کبہی شدت ہو جاتی۔ آخرکار اسی مرض مین یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۴ ہجری مطابق ۱۸۵۷ء کے انہون نے بمقام سیرٹہہ انتقال کیا۔ مگر اونکی نیک نیتی کا یہہ نتیجہ تہا کہ انتقال سے چند روز پیشتر اونکی بیٹی اور نواسیان اور پوتے اور پوتیان اور بہوویئن جو مختلف مقامات مین چلی گئی تہین سب اونکے پاس سیرٹہہ مین جمع ہوگئی تہین۔ اور انہون نے سب کو صحیح و سالم اور خیر و عافیت سے دیکہہ کر نہایت خوشی کی تہی۔

انہون نے انتقال سے ایک روز پہلے صرف دو وصیتین مجکو کین۔ ایک یہہ کہ اونکو بغلی قبر مین جو مسنون ہے دفن کیا جایے۔ دوسری یہہ بات کہی کہ اونکے ذمہ نہ تو کوئی روزہ قضا کا ہے اور نہ کوئی نماز قضا کی ہے۔ صرف ان ہی دنون کی نمازین اگرچہ مین نے پڑہی ہین لیکن اگر مین زندہ رہتی تو اونکی بہی قضا پڑہتی۔ میرے مرنے کے بعد تم اوس قدر دنون کی نمازونکا حساب کرکر کفارہ کے گیہون غریبون کو دیدینا جبکہ دوسرے دن اونہون نے قضا کی تو مین نے اونکی دونون وصیتون کو پورا کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵

تمّت بالخیر